باب 1

وادیٔ سندھ کی تہذیب

Indus Valley Civilization

تدریسی مقاصد

اس باب کو پڑھنے کے بعد طلبا اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

☆ تاریخ کی اہمیت کے بارے میں جان سکیں۔

☆ وادیٔ سندھ کی تہذیب، اُس دور کے تناظر میں بیان کر سکیں۔

☆ نقشے پر وادیٔ سندھ کے اہم شہروں کی نشان دہی کر سکیں۔

☆ نقشے پر وادیٔ سندھ کی دوسری ہم عصر تہذیبوں مثلاً عراقی، مصری اور وادیٔ نیل وغیرہ کے ساتھ تعلقات کی نوعیت کے بارے میں جان

☆ اُس دور کی تہذیبوں کے درمیان بحری و [illegible] رابطوں کی نشان دہی کر سکیں۔

☆ وادیٔ سندھ کے لوگوں کے مذہبی [illegible] کے بارے میں جان سکیں۔

☆ وادیٔ سندھ کے معاشرتی نظام اور [illegible] خدوخال کے بارے میں بتا سکیں۔

☆ وادیٔ سندھ میں زراعت کے مختلف طریقوں کے بارے میں جان سکیں۔

☆ وادیٔ سندھ کے لوگوں کی پُرامن زندگی نیز بیل کی موجودگی اور گھوڑے کی عدم موجودگی کے بارے میں بتا سکیں۔

☆ وادیٔ سندھ میں تجارتی سرگرمیوں کے بارے میں نشان دہی کر سکیں۔ نیز دوسرے ممالک کے ساتھ تجارتی تعلقات کی نوعیت بھی بتا سکیں۔

☆ وادیٔ سندھ کی تہذیب کی شہری منصوبہ بندی خاص طور پر گندے پانی کے نکاس، غلّے کے گودام اور خشت سازی کے بارے میں وضاحت کر سکیں۔

☆ یہ بھی جان سکیں کہ بہترین ہتھیار اور گھوڑے رکھنے والوں نے کس طرح مقامی آبادی کو وہاں سے نکالا۔

☆ یہ جان سکیں کہ کس طرح وادیٔ سندھ کی تہذیب کے زوال کے بعد ایک نئی تہذیب اور نظام نے جنم لیا۔

تاریخ کی اہمیت

تاریخ ماضی کا ایک ایسا منظم مطالعہ ہے، جس میں قوموں کے ماضی کے واقعات، نتائج اور اثرات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ ماضی، حال اور مستقبل ایک لڑی کی طرح جُڑے ہوتے ہیں۔ تاریخی واقعات سے سبق حاصل کر کے حال کو بہتر بنا کر مستقبل کے لیے ایک سوچ پیدا ہو سکتی ہے۔ تاریخ کا اوّلین مقصد نئی نسل کو ملکی اور قومی روایات سے باخبر رکھنا ہے تا کہ وہ

آئندہ کا لائحہ عمل تیار کر سکیں۔ تاریخ کے مطالعہ سے نئی نئی راہیں کھلتی ہیں۔ ہزاروں سال کے واقعات کا نقشہ ذہنوں میں اُبھرتا ہے اور قوموں کے کھانے پینے، لباس، رہن سہن، پیشوں، عمارات، عروج وزوال اور تباہی کے بارے میں معلومات ملتی ہیں۔ مطالعہ تاریخ سے ہمیں قوموں کے تاریخی ورثہ اور اقدار کا پتا چلتا ہے۔ ماضی کی معلومات کا بڑا ذریعہ آثار قدیمہ کا مطالعہ ہے۔

وادیٔ سندھ کی تہذیب

وادیٔ سندھ کی تہذیب دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں سے ایک ہے۔ یہ تہذیب جس علاقے میں پروان چڑھی اُسے دریائے سندھ اور اُس کے معاون دریا سیراب کرتے تھے۔ اس تہذیب کے آثار سندھ میں موہنجوداڑو اور پنجاب میں دریائے راوی کے کنارے ہڑپہ (ضلع ساہیوال) میں پائے گئے ہیں۔ پاکستان اور مغربی بھارت میں اس تہذیب کے قریباً 1500 اضافی آثار اور بستیاں دریافت ہو چکی ہیں۔



وادیٔ سندھ کی تہذیب کے شہر اور مراکز

وادیٔ سندھ کی تہذیب کے اَدوار

وادیٔ سندھ کی تہذیب تین ادوار پر مشتمل ہے:

ابتدائی دور	3800 ق م .... 2500 ق م
وسطی دور	2500 ق م .... 1700 ق م
آخری دور	1700 ق م .... 1300 ق م

ابتدائی دور میں شہری زندگی نے خوب ترقی کی۔ گھریلو دست کاری کے ہنر کو فروغ ملا۔ وسطی دور میں یہ تہذیب خوب پھلی پھولی۔ کئی نئے شہر اور گاؤں آباد ہوئے۔ تیسرے دور کے آخر میں وادیٔ سندھ کی تہذیب زوال پذیر ہوئی۔



ہڑپہ کے کھنڈرات



موہنجودڑو کے کھنڈرات

وادیٔ سندھ کی تہذیب کے اہم شہر

موہنجودڑو

یہ قدیم شہر، ضلع لاڑکانہ (سندھ) میں واقع ہے۔ یہ شہر وادیٔ سندھ کا اہم مرکز تھا۔ دریائے سندھ اس کے مشرق میں بہتا ہے۔ وادیٔ سندھ کی تہذیب کے آثار سب سے پہلے 1922ء میں موہنجودڑو میں کھدائی کے دوران دریافت ہوئے۔ یہاں سے جو اشیا ملی ہیں، ان میں زیورات، مٹی و کانسی کے برتن، مہریں، بیل گاڑی، کشتی، کھلونے، مجسمے، تکلے اور مختلف جانوروں کے ڈھانچے شامل ہیں۔ یہاں سے چوڑیوں اور سرخ مٹی کے منکے دریافت ہوئے ہیں جو بچے اور عورتیں پہنتی تھیں۔ اس کے علاوہ قیمتی پتھر اور سیپیوں سے بنے زیورات بھی یہاں استعمال ہوتے تھے۔



زیورات

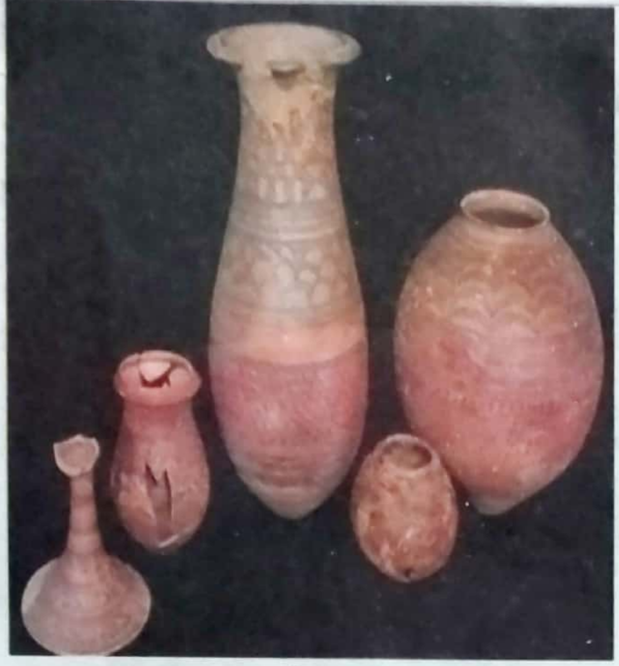


کھلونے

ہڑپہ

وادیٔ سندھ کی تہذیب کا دوسرا اہم مقام ہڑپہ ہے۔ یہاں سے اس تہذیب کے باشندوں کا کافی اثاثہ دریافت

ہوا ہے۔ اس میں مٹی کے پکے ہوئے برتن، مہریں اور وزن کرنے والے اوزان شامل ہیں۔ مہریں پکی مٹی، تانبے اور چاندی کی بنی ہوئی تھیں۔ مہروں پر ہاتھی اور کوہان والے بیل کی تصویریں زیادہ نمایاں ہیں۔ اوزار کانسی سے تیار کیے جاتے تھے۔ دونوں شہروں سے ملنے والی اشیا میں مشابہت پائی جاتی ہے کیوں کہ یہ دونوں شہر وادیٔ سندھ کی تہذیب کا حصّہ تھے۔

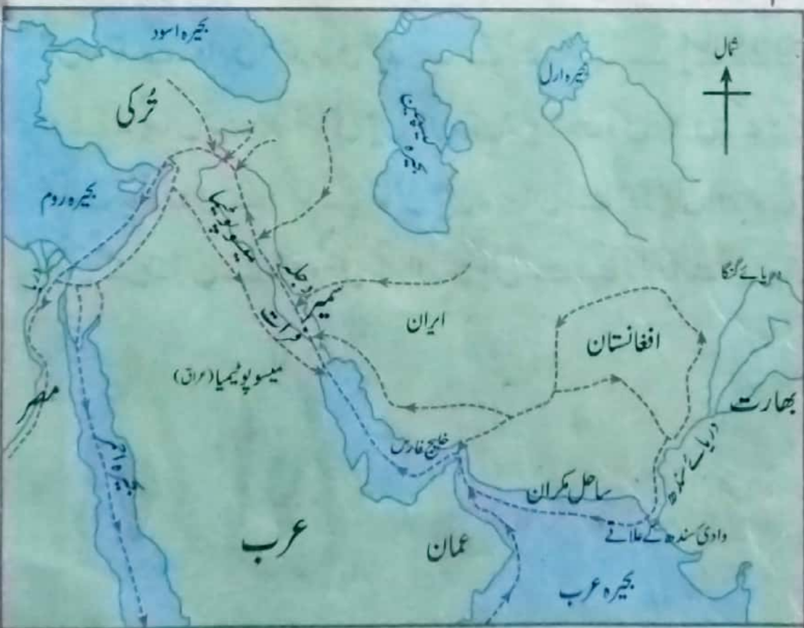


برتن



بیل کی شکل والی مہر

دوسری ہم عصر تہذیبوں سے تعلقات



وادیٔ سندھ کے دوسری ہم عصر تہذیبوں سے تجارتی تعلقات

افریقہ اور ایشیا میں اب تک دنیا کی چار قدیم ترین تہذیبیں دریافت کی گئی ہیں جن میں مصر، میسوپوٹیمیا (عراق)، سمیری اور وادیٔ سندھ شامل ہیں۔ وادیٔ سندھ کی تہذیب اِن قدیم تہذیبوں کی ہم عصر شمار کی جاتی ہے۔

وادیٔ سندھ کی تہذیب کے جنوبی ایران، عراق، مصر اور خلیج فارس کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم تھے۔ وادیٔ سندھ، دجلہ، فرات اور وادیٔ نیل کو ''تہذیبوں کا گہوارہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے سمیری اور بابل کی تہذیبوں کے ساتھ بھی تجارتی اور مذہبی تعلقات قائم تھے۔ سمیریا میں کھدائی کے

دوران وادیٔ سندھ کی مہریں، برتن اور ایک پتھر کے پیالے پر کوہان والے بیل کی تصویر ملی ہے۔ ان آثار سے ان تہذیبوں کے باہمی تعلقات کا پتا چلتا ہے۔ عراق کے مختلف مقامات سے جو تختیاں ملی ہیں ان سے معلوم ہوا ہے کہ لوگ تجارتی سامان وادیٔ سندھ لے جایا کرتے تھے۔ چیزوں کے تبادلے کے سلسلہ میں لین دین کے معاہدے بھی موجود تھے۔ مصر سے عمارتی پتھر، کھالیں، سونا، زمرد، رسیاں اور خشک چیزیں وادیٔ سندھ میں آتی تھیں۔ ان چیزوں کے بدلے میں برتن، اون اور لکڑی مصر بھیجی جاتی تھی۔ عراق سے چاندی، اونی کپڑے، چمڑا اور تیل وادیٔ سندھ میں آتا تھا۔

میسوپوٹیمیا (عراق) کے وادیٔ سندھ کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم تھے۔ ان کے درمیان فنون اور دست کاریوں کا تبادلہ ہوتا تھا۔ تجارت، مال کے بدلے مال کے اصول پر قائم تھی۔ وادیٔ سندھ کی تجارت میسوپوٹیمیا کے علاوہ دریائے گنگا کے وسیع اور عریض علاقوں میں پھیلی ہوئی تھی۔ کسان اشیا اور اجناس کی برآمد سے اضافی آمدنی حاصل کیا کرتے تھے جن میں کپاس اور اُون کے علاوہ دست کاریاں وغیرہ شامل تھیں۔ حکومت تجارتی لین دین کی نگرانی کرتی تھی اور اس کے لیے سرکاری مہروں کا استعمال کیا جاتا تھا جن پر مخصوص جانوروں کی تصاویر بنی ہوتی تھیں۔ مصر کے ساتھ سونا، چاندی، تانبا اور ہاتھی دانت کی تجارت ہوتی تھی۔ سمندری تجارت اور سفر بڑی کشتیوں یا لکڑی کے بنے ہوئے جہازوں پر ہوتا تھا۔ یہاں محصولات ادا کرنے کا نظام بھی رائج تھا۔

وادیٔ سندھ کے لوگوں کے مذہبی عقائد



مذہبی پیشوا

کسی بھی تحریر سے وادیٔ سندھ کی تہذیب کے مذہب کا اندازہ نہیں لگایا جاسکا۔ البتہ مہروں پر دیوی اور دیوتاؤں کی تصویریں ملی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مورتیوں اور دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے۔ مٹی کے بت بھی پوجنے کے لیے بنائے جاتے تھے۔ لوگ درختوں کو متبرک خیال کرتے تھے۔ یہاں حیوانوں کی پرستش کا رواج بھی تھا۔ جانوروں میں بیل، گینڈے، شیر اور ہاتھی کی تصاویر ملی ہیں۔ وادیٔ سندھ کے لوگ اپنے مُردوں کو دفن کرنے کے علاوہ جلاتے بھی تھے۔

معاشرتی نظام اور اس کے نمایاں خدوخال

وادیٔ سندھ کی زندگی کا کاروبار ایک باقاعدہ انتظامیہ کے تحت چلایا جاتا تھا۔ وزن اور ناپ تول درست اور معیاری رکھنے پر زور دیا جاتا تھا۔ صفائی کرنے والے ملازم گلیوں اور راستوں کو صاف ستھرا رکھتے تھے۔

یہاں کا معاشرہ مختلف حصوں میں بٹ چکا تھا۔اس کا اندازہ ہمیں شہر کی منصوبہ بندی سے ہوتا ہے جس میں اوپر والے حصّے میں اُمرا اور بااَثر لوگ رہا کرتے تھے جن کے گھر بڑے ہوتے تھے۔ملازموں کے لیے علیحدہ کوارٹرز ہوا کرتے تھے۔لوگوں کی اکثریت غریب تھی۔یہ شہر کے نچلے حصے میں چھوٹے مکانوں میں رہتے تھے۔کسان گاؤں میں رہا کرتے تھے جب کہ خانہ بدوش جنگلوں اور میدانوں میں مویشیوں کے ریوڑوں کے ساتھ پھرا کرتے تھے۔کاریگر اور تاجر بھی شہروں میں رہتے تھے۔شہروں میں بڑے بڑے محلات،مندر اور مقبرے دیکھنے میں نہیں آئے۔

مردوں اور عورتوں کے درمیان کام تقسیم کیے گئے تھے۔عورتیں آٹا پیستیں،کپڑا تیار کرتیں اور مویشیوں کی دیکھ بھال کرتی تھیں جب کہ مردوں کا پیشہ کاشت کاری،تجارت اور صنعت کاری تھا۔وادیٔ سندھ میں کپاس کی کاشت ہوتی تھی۔کپڑا بننے کی تکلیاں بھی گھروں سے ملی ہیں جو اس بات کی شاہد ہیں کہ کپڑا بننا بھی ان لوگوں کا پیشہ تھا۔مٹی کی مورتیاں اور اُن پر بنے کپڑوں کے نقوش،پارچہ بافی کی صنعت کا پتا دیتے ہیں۔عورتیں آرائش کے لیے ہار،مالائیں اور چوڑیاں پہنتی تھیں۔وہ لہنگا بھی پہنتی تھیں۔مرد شال اوڑھتے تھے۔


رسم الخط

رسمُ الخط

وادیٔ سندھ کے لوگ لکھ پڑھ سکتے تھے۔اُن کا رسمُ الخط بہت دلچسپ اور پیچیدہ ہے۔اس عہد میں لکھنے کا ایک اعلیٰ نظام وضع کیا گیا تھا جس میں 400 علامات تھیں۔اِسے تاجر،فوجی اور سیاسی افراد استعمال کرتے تھے۔آثارِ قدیمہ کے ماہرین ابھی تک ان علامات کے معانی تلاش نہیں کر پائے۔البتہ بعض نے خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ تحریریں ایک سے زیادہ زبانوں پر مشتمل ہیں۔جب تک کوئی ماہر اس تہذیب کے رسم الخط اور الفاظ پڑھ نہیں لیتا،اس وقت تک اس تہذیب کے کئی گوشے چھپے رہیں گے۔

زراعت

وادیٔ سندھ کی زمین زرخیز تھی۔اس کی دولت کا اِنحصار زراعت اور تجارت پر تھا۔وادیٔ سندھ کی تہذیب کی اکثریت کاشت کاروں پر مشتمل تھی جنھوں نے جنگلات کاٹ کر زمین کو کاشت کے قابل بنایا۔موسمی بارشوں کی وجہ سے یہاں فصلیں خوب ہوتی تھیں۔کاشتکاری کے لیے لوگ دریاؤں پر پشتے بنا کر پانی روک لیتے تھے۔یہاں کی بستیوں سے

فصلوں کے جو آثار ملے ہیں ان کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ وادیٔ سندھ میں گیہوں، باجرہ، جَو، دالیں، مٹر، جوار، تل، چاول، اَلسی، سرسوں اور کپاس پیدا ہوتی تھی۔ پھلوں میں کھجور، خربوزہ اور انگور کے آثار ملے ہیں۔



سہاگہ

پُرامن معاشرہ

شہروں کی کھدائی سے بڑے ہتھیاروں کی بہت کم تعداد ملی ہے۔ حکمران بھاری فوج یا پولیس نہیں رکھتے تھے۔ ان کے اپنی ہم عصر تہذیبوں اور ہمسایوں کے ساتھ تعلقات پُرامن بنیادوں پر قائم تھے۔ کھدائی کے دوران جو معمولی ہتھیار ملے ہیں، ان سے صرف شکار ہی کیا جا سکتا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ لوگ پُرامن زندگی بسر کرتے تھے۔ اس معاشرے میں قتل و غارت گری کے بارے میں بھی کوئی شواہد نہیں ملے۔



بیل

بیل کی موجودگی

مویشی ان کی زندگی کا حصّہ تھے۔ وادیٔ سندھ میں بیلوں کے ڈھانچے بڑی کثرت سے ملے ہیں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بیلوں کو پالنے کا عام رواج تھا۔ بیل ان کے نزدیک اہم ترین جانور تھا۔ بیل کی تصویر والی بے شمار مُہریں اور مٹی کے کھلونے ملے ہیں۔ لوگ بیل کو باربرداری کے لیے بھی استعمال کرتے تھے۔

تجارتی سرگرمیاں



باٹ

وادیٔ سندھ کے شہروں اور دیہاتوں کے درمیان زرعی اجناس اور معدنیات کی تجارت ہوتی تھی۔ اندرونی تجارت بیل گاڑیوں کے ذریعے ہوتی

تھی۔ وزن اور پیمائش کے باٹ بھی ملے ہیں جو چوکور شکل میں پتھر کے بنے ہوئے ہیں۔

شہری منصوبہ بندی اور طرزِ تعمیر

وادیٔ سندھ کے لوگ فنِ تعمیر سے بہت اچھی طرح واقفیت رکھتے تھے۔ شہر اور قصبے بڑے سلیقے اور منصوبہ بندی سے بنائے جاتے تھے۔ کاریگر اینٹیں بنانے اور انھیں پکانے کا فن جانتے تھے۔ وہ مکانات کی بنیادیں گہری اور مضبوط بناتے تھے اور ظاہری خوب صورتی پر بھی دھیان دیتے تھے۔

مکانات شہر کی سڑکوں کے کناروں پر بنائے گئے تھے۔ ان کی تعمیر میں پکّی اینٹیں استعمال ہوئیں۔ ہر گھر میں غسل خانہ تھا جو بیرونی گلی کی طرف بنایا جاتا تھا۔ گھروں کی ایک سے زیادہ منزلیں ہوتی تھیں۔ اوپر والی منزل تک جانے کے لیے سیڑھیوں کا استعمال کیا جاتا تھا۔ مکانوں میں روشنی اور ہوا کا معقول انتظام تھا۔



شہری منصوبہ بندی



پختہ نالیاں



غسل خانہ



موہنجوداڑو کی ایک گلی

قدیم ہڑپہ میں سڑکوں کی تعمیر اس انداز سے کی گئی تھی کہ لوگ مختلف محلوں اور قصبوں میں آسانی سے آجا سکیں۔ تنگ پھاٹک بھی بنائے گئے تھے جن میں سے ایک وقت میں ایک بیل گاڑی گزر سکتی تھی۔ کھدائی سے پتا چلا ہے کہ ایک سیدھی سڑک ایک کلومیٹر لمبی تھی اور اس کی چوڑائی 9 میٹر تھی۔

نکاسیِ آب کا انتظام

گندے پانی کی نکاسی کا عمدہ انتظام تھا۔ گندے پانی کے نکاس کے لیے بالترتیب چھوٹی اور بڑی نالیاں بنائی جاتی تھیں۔ چھوٹی نالیوں کو اینٹوں اور بڑی نالیوں کو پتھر کی بڑی سلوں سے ڈھانپ دیا جاتا تھا۔ گندے پانی کو بڑی نالیوں سے ملا دیا جاتا تھا۔ اس طرح گندا پانی شہروں سے باہر چلا جاتا۔ قدیم دور میں ایسا کوئی شہر نہیں، جہاں نکاسیِ آب کا اتنا بہتر

انتظام اور عمدہ سہولیات موجود ہوں۔

غلّے کے گودام

موہنجوداڑو میں زیادہ تر غلّے کے گودام دریا کے کنارے پر واقع تھے۔ مختلف علاقوں سے گندم اکٹھی کر کے دریا کے راستے گوداموں تک لائی جاتی اور پھر دوسرے علاقوں کو بھیجی جاتی تھی۔ اس مقصد کے لیے پختہ سڑکیں بھی بنائی گئی تھیں۔ گوداموں کے نیچے پکے فرش بنے ہوتے تھے۔ سرکاری ملازموں کی تنخواہیں اسی غلّہ سے ادا کی جاتی تھیں۔ غلّہ بطور کرنسی بھی استعمال ہوتا تھا۔ ہڑپہ میں غلّہ کے بڑے بڑے گودام موجود تھے جن میں فالتو غلّہ رکھا جاتا تھا۔

مقامی آبادی کا انخلا

وادیٔ سندھ کے لوگ مہذب، پُرامن اور ترقی یافتہ تھے۔ آریا حملہ آوروں نے ان کی شان دار تہذیب کو تباہ کر دیا۔ آریا جنگ جُو قسم کے لوگ تھے۔ ان کے پاس جنگی گھوڑے اور بہترین اوزار تھے۔ جب آریاؤں نے وادیٔ سندھ کے لوگوں پر حملہ کیا تو وہ اُن کا مقابلہ نہ کر سکے۔ آریا یہاں کے باشندوں کو جنوب مشرق کی طرف دھکیل کر ان کے علاقوں پر قابض ہو گئے۔

وادیٔ سندھ کی تہذیب کا زوال

وادیٔ سندھ کی تہذیب درجہ بدرجہ ترقی کرتی ہوئی ایک شاندار مقام تک پہنچی۔ اس کا اثر ایک وسیع علاقے پر ہوا۔ مگر 1500 ق۔م میں یہ اچانک غائب ہو گئی۔ اس کے شہر زمین میں دفن ہو گئے۔ اس کا فنونِ لطیفہ، مذہب اور تہذیب نظروں سے اُوجھل ہو گیا۔ وادیٔ سندھ کی تہذیب کے زوال کے اسباب کے بارے میں ماہرین آثارِ قدیمہ کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ اس کے زوال میں اندرونی اور بیرونی دونوں عوامل کا عمل دخل تھا۔ کچھ ماہرین کا خیال ہے کہ یہ تہذیب قدرتی آفات، مثلاً زلزلے اور سیلاب وغیرہ سے ختم ہوئی۔ بعض ماہرین کے خیال میں وبائی امراض کے پھیلنے سے وادیٔ سندھ کی تہذیب کا اختتام ہوا۔ ایک رائے یہ ہے کہ اس کی وجہ خشک سالی تھی کیوں کہ جب دریاؤں نے راستہ بدلا تو پانی کی فراہمی ممکن نہ رہی اور یہ علاقہ بنجر ہو گیا۔ دریاؤں کے کناروں پر آباد شہر بھی اُجڑ گئے۔ کچھ ماہرین کی رائے ہے کہ لوگوں نے زمین پر بہت زیادہ کاشت کی۔ جنگلوں کو کاٹ کاٹ کر علاقے کی زرخیزی کو ختم کر دیا۔ جانوروں کے لیے چراگاہیں ختم ہو گئیں۔ بعض ماہرین کا خیال ہے کہ میسوپوٹیمیا اور دوسری ہم عصر تہذیبوں سے تجارت ختم ہو گئی۔ اس کی وجہ سے آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ باقی نہ رہا۔ جب شہر اور بستیاں اُجڑ گئیں تو لوگ ہجرت کر کے دوسری جگہوں پر چلے گئے۔

مشقی سوالات

مندرجہ ذیل سوالات کے مفصّل جوابات لکھیں:

(i) وادیٔ سندھ کی تہذیب کی دریافت کیسے ہوئی نیز قدیم تہذیب کے آثار کہاں کہاں سے ملے ہیں؟

(ii) نقشہ کی مدد سے ان راستوں کی نشاندہی کریں جن کے ذریعے وادیٔ سندھ کے اپنی ہم عصر تہذیبوں سے تعلقات استوار ہوئے۔

(iii) وادیٔ سندھ کا سماجی ڈھانچا اور مذہبی عقائد بیان کریں۔

(iv) وادیٔ سندھ کی زراعت اور تجارت پر نوٹ لکھیں۔

(v) وادیٔ سندھ کی شہری منصوبہ بندی کی نمایاں خصوصیات بتائیں۔

-2 ذیل میں ہر سوال کے چار جواب دیے گئے ہیں، درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:-

(i) وادیٔ سندھ میں کون سا شہر مرکزی مقام کا درجہ رکھتا تھا؟

(الف) موہنجوداڑو (ب) ٹیکسلا (ج) ملتان (د) ہڑپہ

(ii) وادیٔ سندھ کی تہذیب کے لوگوں کی اکثریت کس پیشہ سے تعلق رکھتی تھی؟

(الف) زراعت (ب) صنعت (ج) ماہی گیری (د) مزدوری

(iii) وادیٔ سندھ کی تہذیب کو کس نے تباہ کیا؟

(الف) مقامی لوگوں نے (ب) آریاؤں نے (ج) ہندوؤں نے (د) مصریوں نے

(iv) وادیٔ سندھ میں کون سا جانور تہذیب کا نشان سمجھا جاتا تھا؟

(الف) گھوڑا (ب) بیل (ج) گائے (د) بھیڑ

(v) وادیٔ سندھ کے لوگ کس قسم کے تھے؟

(الف) مہذب (ب) غیر مہذب (ج) جنگجو (د) پسماندہ

3- مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیں:

موہنجوداڑو اور ہڑپہ

(i) وادیٔ سندھ کی تہذیب کہاں واقع ہے؟ (ii) وادیٔ سندھ کی تہذیب کے اہم شہروں کے نام لکھیں۔

(iii) وادیٔ سندھ میں لوگوں کا اہم پیشہ کیا تھا؟ (iv) وادیٔ سندھ کے لوگ کن کن تہذیبوں سے تجارت کرتے تھے؟

(v) مقامی لوگ (دراوڑ) آریاؤں کی آمد کے بعد کہاں چلے گئے؟ آریاؤں کی آمد کے بعد مقامی لوگ جنوب مشرق علاقوں کی طرف چلے گئے۔

4- کالم الف کو کالم ب سے اس طرح ملائیں کہ جملہ مکمل ہو جائے:

کالم الف	کالم ب
وادیٔ سندھ کے لوگ بیل کو	تیار کیے جاتے تھے
وادیٔ سندھ میں گندے پانی کی نکاسی کا	زرخیز تھی
وادیٔ سندھ کی زمین	بار برداری کے لیے استعمال کرتے تھے
وادیٔ سندھ کے لوگ	عمدہ انتظام تھا
وادیٔ سندھ میں اوزار کانسی سے	پرامن زندگی بسر کرتے تھے

عملی سرگرمیاں

1- وادیٔ سندھ سے ملنے والی اشیا کی تصاویر جماعت کے کمرے میں آویزاں کریں۔

2- طلبا کو کسی میوزیم کی سیر کروائی جائے۔

3- طلبا گاؤں یا شہر میں بھٹوں پر اینٹیں بننے اور پکنے کے عمل کو دیکھیں اور رپورٹ تیار کر کے جماعت میں پیش کریں۔

باب 2

آریاؤں کا زمانہ

The Aryan Era

تدریسی مقاصد

اس باب کو پڑھنے کے بعد طلبا اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

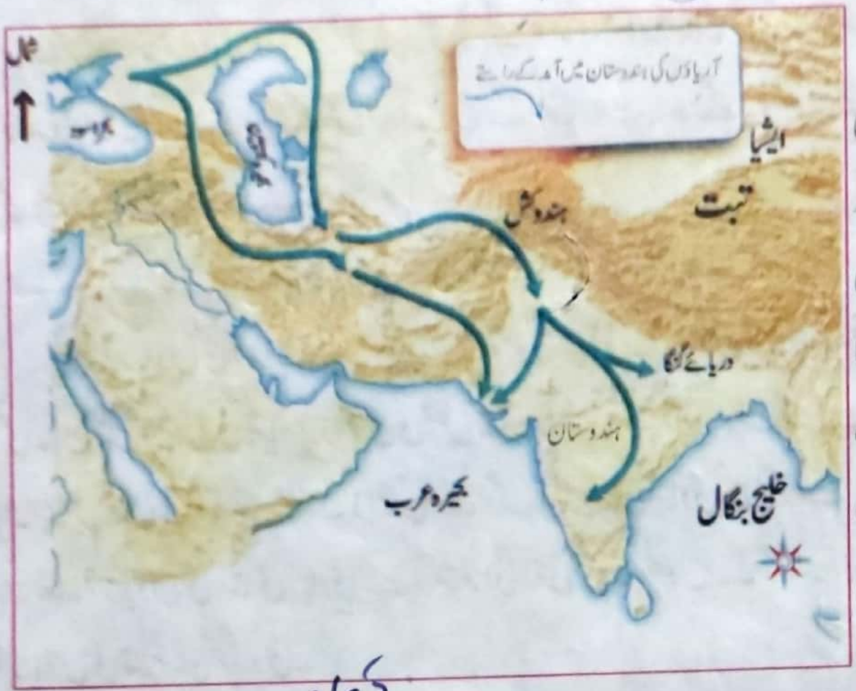
- ☆ نقشوں کی مدد سے آریاؤں کے اصل وطن اور ان کی آمد کے راستوں کی نشان دہی کر سکیں۔
- ☆ ہندوستان میں ان کی آمد اور مقامی تہذیب پر اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
- ☆ آریاؤں کے معاشرتی نظام کی وضاحت کر سکیں۔
- ☆ آریاؤں کی آبادکاری، شہری نظام اور معاشی سرگرمیوں کا جائزہ لے سکیں۔
- ☆ آریاؤں کے مذہبی عقائد کے ارتقائی عمل کے بارے میں بتا سکیں۔
- ☆ ہندومت، جین مت اور بدھ مت کی خصوصیات اور اشاعت کے بارے میں بتا سکیں۔
- ☆ وضاحت کر سکیں کہ جین مت اور بدھ مت، ہندومت سے کس طرح مختلف ہیں۔
- ☆ گندھارا تہذیب کے ارتقا اور اہم خدوخال کے بارے میں بتا سکیں۔
- ☆ سکندر اعظم کی شمال مغربی ہندوستان کی مہمات اور فتوحات کے بارے میں وضاحت کر سکیں۔
- ☆ موریا سلطنت کے قیام اور اس کی وسعت میں چندر گپت موریا اور اشوک کا کردار بتا سکیں۔
- ☆ گپت خاندان کے عروج اور اس دور میں ہندومت کے احیا کا جائزہ لے سکیں۔
- ☆ راجا ہرش کا ہندوستان کی وحدت میں کردار بیان کر سکیں۔
- ☆ نویں سے بارھویں صدی عیسوی تک قائم ہونے والی خود مختار ریاستوں کے بارے میں جان سکیں۔

آریاؤں کا اصل وطن اور ان کی ہندوستان آمد
(1500 تا 700 قبل مسیح)

برصغیر کی قدیم تاریخ کا سب سے اہم واقعہ اس خطے میں آریاؤں کی آمد ہے۔ آریا سے مراد اعلیٰ نسل اور غیر ملکی لوگ ہیں۔ جب یہ قوم وسط ایشیا سے جنوبی ایشیا میں داخل ہوئی تو یہاں مقامی آبادی ''دراوڑ نسل'' آباد تھی جو آریاؤں کے مقابلے

میں کمزور تھی۔ آریاؤں نے انھیں مار بھگایا اور خود قابض ہوئے۔

اصل وطن



آریا جب ہندوستان میں آئے تو اُن کی حیثیت پناہ گزین کی تھی۔ مضبوط جسامت اور جنگجو فطرت نے جلد ہی ان کو شمالی ہندوستان کا فاتح بنا دیا۔ آریاؤں کا اصل وطن وسط ایشیا کا علاقہ تھا۔ یہ لوگ شمال مغربی پہاڑی درّوں سے شمالی ہندوستان میں داخل ہوئے۔ آریا مختلف ادوار میں گروہوں کی شکل میں ہندوستان میں آتے رہے۔ آریا وسط ایشیا میں خوراک کی کمی کی وجہ سے اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ وہ نئی نئی چراگاہوں اور سرسبز میدانوں کی تلاش میں ہندوستان میں داخل ہوئے۔ خاندانی جھگڑوں نے بھی انھیں وطن چھوڑنے پر مجبور کیا۔ آبادی میں اضافہ بھی ملک چھوڑنے کا سبب ہوسکتا ہے۔ وہ ایک لمبے عرصہ تک وادیٔ سندھ میں رہائش پذیر رہے۔ اس کے بعد گنگا اور جمنا کے سرسبز میدانوں میں پھیل گئے۔ یوں پورا شمالی ہندوستان آریاؤں کے قبضے میں آ گیا۔ انھوں نے مختلف علاقوں میں آزاد اور خودمختار حکومتیں قائم کرلیں۔

آریاؤں کا معاشرتی نظام

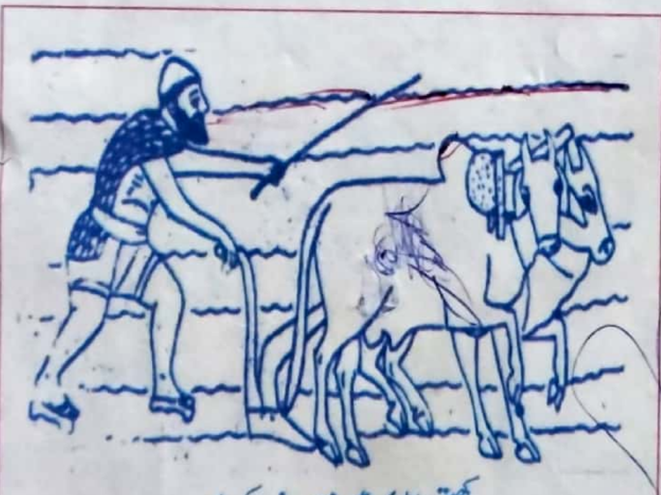
آریائی لوگ مختلف قبائل میں تقسیم تھے۔ ان کا طرزِ زندگی نہایت سادہ تھا۔ اُن کی اکثریت خانہ بدوشوں پر مشتمل تھی۔ یہ لوگ مذہبی رُسوم میں پیش پیش ہوتے تھے۔ چھوٹے سے گاؤں میں چند خاندان رہتے تھے۔ گاؤں کے نمبردار کا گھر دوسروں سے بڑا ہوتا تھا۔ یہ لوگ شہری تمدن سے واقف نہیں تھے لیکن ہندوستان (جنوبی ایشیا) میں آ کر انھوں نے مقامی لوگوں سے بہت کچھ سیکھا۔ اب وہ مکانات بنا کر رہنے لگے۔ آریا ہندوستان میں ایک الگ مذہب ثقافت لے کر آئے۔ آریا رقص اور موسیقی کے دلدادہ تھے۔ وہ نیزہ بازی میں بھی ماہر تھے۔ آریاؤں میں باہمی تعاون اور اتحاد دیکھنے کے قابل تھا۔ اعتماد اس قدر تھا کہ دکانوں اور مکانوں کو تالے نہیں لگاتے تھے۔ مذہبی رسومات میں عورت اور مرد برابر کے شریک ہوتے تھے۔

آریاؤں میں مشترکہ خاندان کا رواج تھا۔خاندان کا سربراہ مرد ہوتا تھا۔گاؤں کے بزرگ باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کرتے تھے۔خاندان کی وسیع تر شکل قبیلہ تھی۔ قبیلے کا سردار راجا کہلاتا تھا۔ ہر ریاست کا ایک حکمران ہوتا تھا۔ان کے لیے باقاعدہ قوانین رائج تھے۔آگے چل کر راجاؤں کے اختیارات بڑھ گئے۔اُنھوں نے فوج بھی رکھی اور عوام سے مختلف ٹیکس بھی وصول کرنا شروع کر دیے۔

آریاؤں کی آمد سے مقامی تہذیب پر اثرات

آریاؤں کی آمد سے ایک نئی تہذیب وجود میں آئی۔آریاؤں کا مذہب،فلسفہ اور تہذیب مقامی آبادی سے مختلف تھی۔ان میں پیشوں کی بنیاد پر ذاتوں کی شکل میں معاشرتی تقسیم تھی۔رفتہ رفتہ ہر پیشہ موروثی بن گیا۔اس کے بعد کوئی شخص پیشہ تبدیل نہیں کر سکتا تھا۔مختلف ذاتوں کے لوگ آپس میں شادی نہیں کر سکتے تھے۔عورت کو وراثت سے حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔آریاؤں کی مقامی آبادی سے اکثر لڑائی رہتی تھی۔اُنھوں نے آہستہ آہستہ شہری تمدن کو تباہ کر دیا۔مقامی آبادی آریاؤں کی غلام بن کر رہ گئی۔

معاشی سرگرمیاں



کھیتی باڑی میں مصروف کسان

آریاؤں نے زراعت کو فروغ دیا۔گندم اور کپاس کی کاشت کی جاتی تھی۔وہ چاول کی کاشت سے ناواقف تھے۔مویشی پالنے کا عام رواج تھا۔وہ گائے،بھیڑ،بکریاں اور گھوڑے پالتے تھے۔صنعت اور تجارت خاصی ترقی پر تھی۔آریا بیل گاڑیاں،ہتھیار،کشتیاں اور رتھیں بناتے تھے۔وہ سونے اور چاندی کے زیورات بھی بناتے تھے۔ہتھیاروں میں کمان،تیر،کلھاڑی اور تلواریں تیار کرتے تھے جو لوہے کی بنی ہوتی تھیں۔عورتیں کپڑے اور چٹائیاں گھروں میں تیار کرتی تھیں۔چمڑے کی رنگائی کا کام بھی کیا جاتا تھا۔فالتو اشیا دوسرے علاقوں کو برآمد کی جاتی تھیں۔

آریا شروع میں چیزوں کے بدلے چیزوں کا لین دین کرتے تھے۔بعدازاں مویشیوں کو بطور کرنسی استعمال کرنے لگے۔پھر تانبے کے سکّوں نے جگہ لے لی۔اس وقت بنکوں کا تصور نہیں تھا،اس لیے جمع شدہ رقم کو زیرِ زمین دبا دیا جاتا تھا۔

شہروں میں کاری گروں کی بدولت دست کاریوں نے خوب ترقی کی۔ لکڑی، دھات، پتھر، چمڑے اور ہاتھی دانت کے ہنر منداپنے فن میں ماہر تھے۔ وہ سوتی اور اونی کپڑا بھی بُن لیتے تھے۔ وراثت میں زمین صرف بیٹوں کو ملتی تھی۔

مذہبی عقائد

آریا قدرتی ماحول میں موجود مختلف چیزوں کی پوجا کرتے تھے۔ اپنے ابتدائی دور میں آریاؤں کا خیال تھا کہ مختلف دیویاں اور دیوتا ان کی زندگی کے معاملات طے کرتے تھے۔ اسی یقین کی وجہ سے وہ دیوی اور دیوتا کو خوش رکھنے کے لیے نذرانے پیش کرتے تھے۔ وہ جادوٹونے پر یقین رکھتے تھے۔ مُردوں کو جلا دیا کرتے تھے۔ قربانی دینے کا عام رواج تھا۔ مشہور دیوتاؤں کے نام سوریا، اگنی اور اِندر تھے اور مذہبی کتاب ''رگِ وید'' تھی۔ ان کے عقائد وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہندومت کی صورت میں سامنے آئے۔

ہندومت

ہندومت ایک قدیم مذہب ہے۔ جس کی بنیاد تجربات اور سماجی روایات پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتا رہا۔ ہندومت کے مطابق انسان کا اچھا اور برا عمل ضائع نہیں ہوتا۔ اس کو اچھے اور برے عمل کے مطابق سزا مل جاتی ہے۔ انسان موت کے بعد دوبارہ اچھی یا بُری شکل میں پیدا ہوتا ہے، جس کا اِنحصار انسان کے اچھے یا بُرے اعمال پر ہے۔


برہمن
کھشتری
ویش
شودر

ذات پات کی تقسیم

آریاؤں کی آمد کے بعد ہندو معاشرہ چار ذاتوں میں تقسیم ہوگیا۔ یہ ذاتیں برہمن، کھشتری، ویش اور شودر تھیں۔ برہمن مذہبی رسوم کا کام سرانجام دیتے تھے۔ تعلیم پر بھی ان کی اجارہ داری تھی۔ مذہبی پیشوا اور پنڈت اسی ذات سے تعلق رکھتے تھے۔ کھشتریوں کا کام ملک کی حفاظت کرنا تھا۔ ویش کاشتکار اور تاجر تھے۔ شودر سب سے چھوٹی ذات تھی جس سے ادنیٰ کام لیے جاتے تھے۔ شودر کو اچھوت سمجھا جاتا تھا اور ان کو اونچی ذاتوں سے دور رہنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ اونچی ذات کے لوگوں کا خیال تھا کہ شودر کو چھونے بلکہ اس کا سایہ پڑنے سے بھی وہ

ناپاک ہوجاتے ہیں۔

بدھ مت

ہندومت میں ذات پات کی تقسیم کی وجہ سے بہت سے معاشرتی مسائل پیدا ہو گئے۔ ایک عام آدمی کی زندگی عذاب بن گئی۔لوگ ذات پات کے نظام سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ان حالات میں ہندوستان میں ایک نئے مذہب ''بدھ مت'' نے جنم لیا۔جس کا بانی گوتم بدھ تھا۔



گوتم بدھ

گوتم بدھ 563 قبل مسیح میں ''کپل وستو'' میں پیدا ہوا۔ اس کا نام سدھارتھ رکھا گیا جو کہ بعد میں ''گوتم بدھ'' کے نام سے مشہور ہوا۔ جب وہ جوان ہوا تو اس نے اپنے اردگرد لوگوں کو غمزدہ دیکھا۔اس نے ذات پات کے نظام کو سخت ناپسند کیا اور اس کے ذہن میں اس نظام کو بدلنے کی سوچ پیدا ہوئی۔اس نے 29 سال کی عمر میں شاہی محل کو چھوڑ دیا اور ''گیا'' کے جنگلوں میں چلا گیا۔اس نے بڑی ریاضت کی لیکن اسے سکون نہ مل سکا۔آخرایک رات اُسے ایک درخت کے نیچے گیان (علمِ معرفت) حاصل ہوا۔

گوتم بدھ نے ہندو معاشرے میں ذات پات کے تصور کو ختم کرنے اور مساوات کا درس دیا۔اُس نے درج ذیل آٹھ اصول بیان کیے:۔

1- سادہ زندگی بسر کی جائے۔
2- شراب، جوا اور جھوٹ سے بچا جائے۔
3- برہمنوں کی اجارہ داری ختم کی جائے۔
4- کسی کو اچھوت نہ سمجھا جائے۔
5- انسانیت کو احترام دیا جائے۔
6- قتل وغارت نہ کی جائے۔
7- ذات پات کو ختم کیا جائے۔
8- تمام انسانوں کو برابر سمجھا جائے۔

گوتم بدھ کی تعلیمات کا غریب اور نیچی ذات والے لوگوں پر گہرا اثر ہوا۔لوگوں نے ذات پات کے نظام کو چھوڑ کر بدھ مت قبول کرنا شروع کر دیا جو بھارت افغانستان، برما، چین اور جاپان تک پھیل گیا۔

جین مت

مہاویر اس مذہب کا بانی تھا۔وہ پٹنہ (بھارت) کے قریب ایک قصبے ویشالی میں 599 ق م میں پیدا ہوا۔ وہ مذہب پر برہمنوں کی اجارہ داری سے ناخوش تھا۔اس نے عیش وعشرت کی زندگی چھوڑی اور مذہب کا پرچار کرنا شروع کر

دیا۔ مہاویر نے سینکڑوں راہبوں کو اپنا پیروکار بنالیا۔ اس مذہب کے مطابق نجات کا راستہ صرف مکمل "آہنسا"، یعنی کسی جان دار کو تکلیف نہ دینے کے ذریعے سے ہی ممکن ہے۔

مہاویر نے لوگوں کو سمجھایا کہ کسی جان دار کی جان نہ لیں، سچ بولیں، چوری نہ کریں اور جائیداد نہ بنائیں۔ اس مذہب کے پیروکار گوشت نہیں کھاتے تھے۔ اس مذہب میں روحانی زندگی اپنانے پر زور دیا گیا۔ وہ جانوروں کی قربانی پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ مہاویر کا خیال تھا کہ لوگ خواہشات پر قابو پا کر ہی مطمئن ہو سکتے ہیں اور نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ جین مت کے پیروکار ہندوستان کے علاوہ مشرقی افریقہ کے ممالک میں موجود ہیں۔

جین مت اور بدھ مت کا ہندو مت سے اختلاف

ہندو مت اپنی تعلیمات کی وجہ سے بدھ مت اور جین مت سے قطعی مختلف مذہب ہے۔

1- جین مت اور بدھ مت دونوں مذاہب ہندو مت کی کتابوں کو تسلیم نہیں کرتے۔ دونوں مذاہب ذات پات کی تقسیم کے سخت خلاف ہیں۔ جب کہ ہندو مت ذات پات کی تقسیم پر یقین رکھتا ہے۔

2- بدھ مت اور جین مت میں ہندو مت کے برعکس "اہنسا"، یعنی عدم تشدد کے اصول پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

3- جین مت اور بدھ مت میں تبلیغ کی اجازت ہے جب کہ ہندو مذہب میں تبلیغ کے ذریعے ہندو نہیں بنایا جا سکتا۔

4- جین مت اور بدھ مت میں گناہوں سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ہندو مت کے مطابق "اشنان"، یعنی غسل کرنے سے گناہ ختم ہو جاتے ہیں۔

5- ہندو مت میں دُنیاوی زندگی گزارنے پر زور دیا جاتا ہے جب کہ جین مت اور بدھ مت نے دُنیاوی زندگی کو ترک کر دیا ہے اور روحانیت کی طرف مائل ہیں۔

گندھارا تہذیب کا ارتقا

اس تہذیب کے مراکز کشمیر سے لے کر ٹیکسلا کے علاقوں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ٹیکسلا گندھارا آرٹ کا مرکز تھا۔ یہاں کے رہنے والے لوگ بدھ مت کے پیروکار تھے۔ وہ مجسّمے بنا کر اپنے مذہبی رہنماؤں کو پوجتے تھے۔ وادیٔ سوات میں گوتم بدھ کے قد آور، مجسمے، اسٹوپے اور گندھارا تہذیب کے آثار قدم قدم پر آپ کا دامن تھام لیتے ہیں۔ یہ آثار دنیا بھر میں بدھ مت کے زائرین کے لیے انتہائی مقدس اور متبرک سمجھے جاتے ہیں۔ "شنگر دا سٹوپا" وادیٔ سوات میں بری کوٹ کے قریب تیار کیا گیا تھا۔ ہزاروں سال گزرنے کے باوجود، اس کے اثرات آج بھی سوات میں آثارِ قدیمہ کی شکل میں ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔



ٹیکسلا کے کھنڈرات



نالندہ یونیورسٹی

گندھارا آرٹ گوتم بدھ کے مختلف مجسموں اور پتھروں کے نقوش کا مجموعہ ہے۔ گویا سنگ تراشی، مجسمہ سازی، تصویر کشی اور مختلف نقوش پر کندہ کاری کا جو فن وجود میں آیا، اسے گندھارا آرٹ کا نام دیا گیا ہے۔ گندھارا نا صرف فن کا نام ہے بلکہ یہ ایک مکمل تہذیب کا آئینہ دار ہے۔ شروع میں گندھارا آرٹ یونانی فنونِ لطیفہ کے زیرِ اثر تھا لیکن بعد میں اس میں مقامی رنگ غالب آنے لگا۔ یونانی آرٹ کو بدھ مت کی تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی گئی۔ گندھارا میں دنیا کی قدیم ترین ٹیکسلا یونیورسٹی قائم کی گئی تھی جہاں علم حاصل کرنے کے لیے دوسرے ممالک سے طلبا بھی آتے تھے۔



مہاتمہ بدھ کی محل سے روانگی کے وقت

گندھارا آرٹ میں گوتم بدھ کی پیدائش، فاقہ کشی اور گھر سے روانگی کے مناظر بڑی خوب صورتی سے دکھائے گئے ہیں۔

سکندرِ اعظم کا حملہ (356ق م تا 323ق م)



سکندرِ اعظم

سکندر یونان میں 356ق م میں پیدا ہوا۔ اس نے دولت پر قبضہ جمانے اور دنیا کو فتح کرنے کے ارادے سے ہندوستان کا رُخ کیا۔ ہندوستان پر یہ پہلا یورپی حملہ تھا۔ سکندرِ اعظم 327ق م میں وسطی ایشیا سے ایران، کابل (افغانستان)، اور سرحدی علاقوں کو فتح کرتا ہوا 326ق م میں دریائے سندھ عبور کر کے ٹیکسلا کی طرف بڑھا۔ ٹیکسلا کے راجا نے سکندر کا استقبال بڑی گرم جوشی سے کیا اور کئی قیمتی تحائف بھی پیش کیے۔



اس سے سکندر بہت خوش ہوا۔ ٹیکسلا میں قیام کے بعد سکندر جہلم کی طرف بڑھنے لگا تا کہ راجا پورس پر حملہ کر سکے۔ راجا پورس ایک بہادر انسان تھا جس نے استقبال کرنے کی بجائے مقابلے کو ترجیح دی۔ لڑائی شروع ہوئی تو سکندر نے پورس کے ہاتھیوں پر تیروں کی بارش کر دی۔ اس سے پورس کی فوج درہم برہم ہوگئی۔ راجا پورس آخری دم تک لڑتا رہا لیکن شکست کھائی۔ سکندر نے جنگ جیت لی تھی لیکن پورس کی بہادری نے اسے بہت متاثر کیا۔ جب راجا پورس کو سکندر کے سامنے پیش کیا گیا تو سکندر نے راجا سے کہا "تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟" پورس نے جواب دیا: "جو ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ سے کرتا ہے۔" اس جواب سے سکندر بہت خوش ہوا اور راجا پورس کی سلطنت اُسے واپس کر دی۔ سکندر کا یونان واپس جاتے ہوئے، راستے میں بیماری کی وجہ سے انتقال ہو گیا۔ سکندر اپنے ساتھ بہت سے علما اور فضلا لے کر آیا جنھوں نے ہندوستان کے حالات تحریر کیے۔ سکندر کے حملے سے مشرق اور مغرب کے درمیان بحری راستے بھی دریافت ہوئے۔

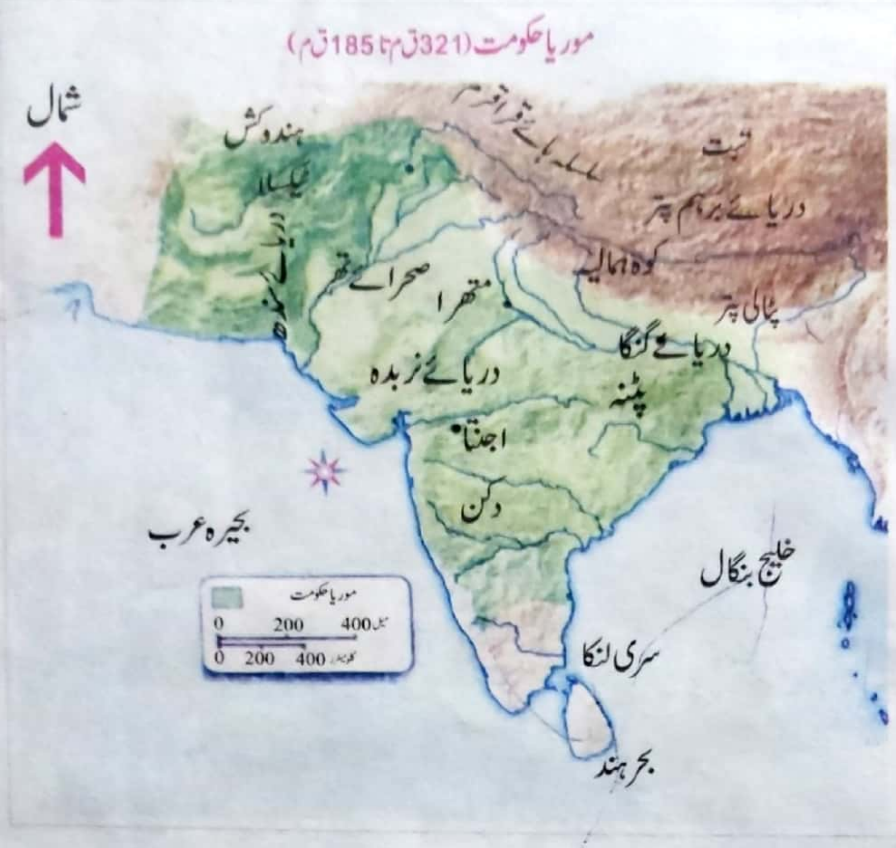
ہندوستان میں موریا سلطنت کا قیام

(321 ق م تا 185 ق م)

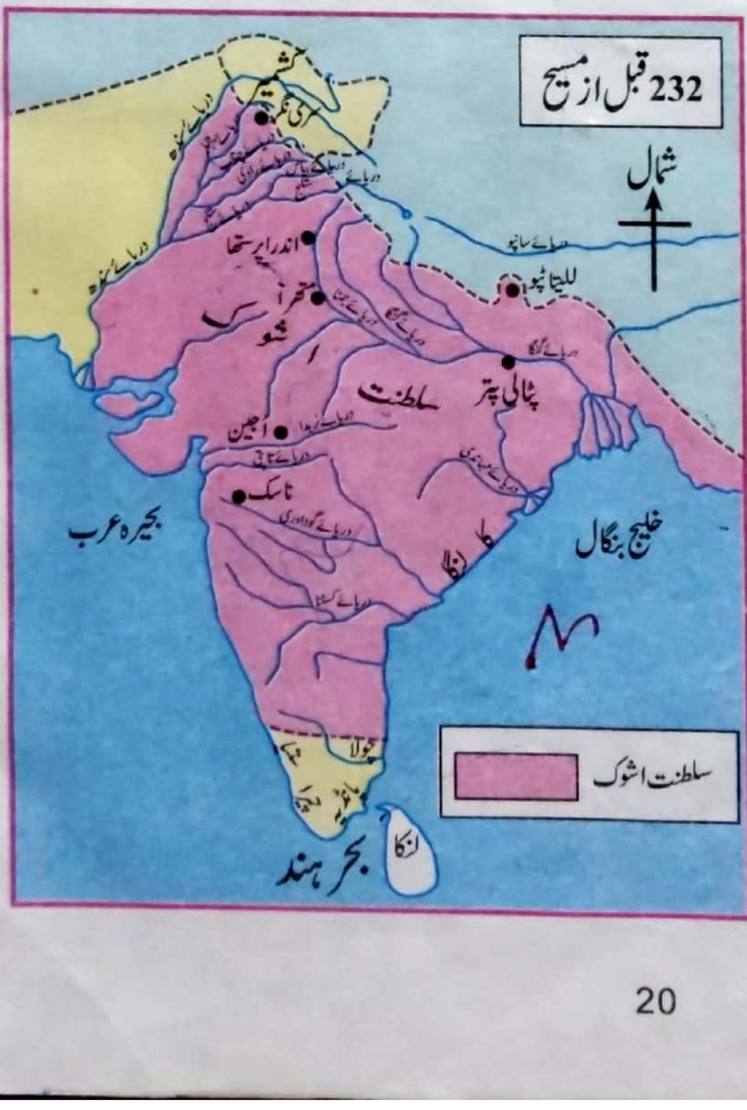
چندر گُپت موریا کا کردار

چندر گُپت موریا کھشتری خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے ہندوستان میں ایک مضبوط اور وسیع حکومت قائم کی۔ سکندر اعظم کے حملے کے بعد ہندوستان کی تمام ریاستوں میں بغاوتیں شروع ہوگئیں۔ اِن حالات میں چندر گُپت موریا کو اپنے عزائم پورے کرنے کا موقع مل گیا۔ موریا سلطنت کے پاس بہترین فوج تھی جس میں جنگی ہاتھی بھی شامل تھے، جن سے دشمنوں پر نیزہ بازی کی جاتی تھی۔ چندر گُپت نے پنجاب پر قبضہ کرنے کے بعد ریاست مگدھ (موجودہ بہار اور پٹنہ) پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس کی سلطنت خلیج بنگال اور بحیرہ عرب سے کوہِ ہمالیہ تک پھیل گئی۔ سکندر اعظم کے ایک جرنیل سیلوکس نے پنجاب پر حملہ کر دیا۔ چندر گُپت نے زبردست مقابلے کے بعد اِسے شکست دی۔ یونانیوں نے کابل، قندھار اور ہرات چندر گُپت کے حوالے کر دیے۔ چندر گُپت نے بنگال، بہار، یوپی، مالوہ اور جنوبی پنجاب تک کے علاقوں پر بھی تسلط قائم کر لیا۔ اس کے بعد اس نے جنوب میں میسور، کشمیر، سندھ، شمالی ہند، بلوچستان اور افغانستان کے علاقے بھی اپنی سلطنت میں

شامل کر لیے۔



موریا حکومت 137 سال قائم رہی جو اُس وقت دنیا کی سب سے زیادہ مضبوط سلطنت تھی۔ چندر گُپت کے عہد کا سب سے قدیم ترین شہر ''ٹیکسلا'' تھا۔ یہ بڑا خوش حال شہر تھا۔ اس شہر میں ایک یونیورسٹی قائم تھی جہاں سائنس اور فنی علوم کی تعلیم دی جاتی تھی ۔ چندر گُپت کے دور میں فنون اور دست کاریوں کو ترقی ملی ۔ حکومت ایک باقاعدہ نظام کے تحت چلتی تھی۔ محصول، مواصلات ،کان کنی ، زراعت، تجارت اور جہاز رانی کے شعبے قائم کیے گئے ۔ دیہات میں انصاف دینا، پنچایت کی ذمہ داری تھی۔ اس دور میں نہری نظام قائم ہوا۔ سڑکوں کے جال بچھوائے گئے۔ عدالتی نظام قائم ہوا۔ ناپ تول کے لیے پیمانے اور باٹ استعمال ہوتے تھے۔ سال میں دو فصلیں اُگائی جاتی تھیں۔ جاسوسی کا محکمہ قائم ہوا۔ غریبوں اور یتیموں کی پرورش شاہی خزانہ سے ہوتی تھی۔



اشوک (272ق م تا 232ق م)

اشوک، چندر گُپت موریا کا پوتا تھا۔ اپنے باپ بندوسارا کی وفات کے بعد 272 ق م میں تخت نشین ہوا۔ ایک عظیم سلطنت اسے ورثے میں ملی۔ اس نے اپنے دادا چندر گُپت کی طرح اچھے انداز سے حکومت کی۔ اس کے قوانین بڑے سخت



اشوک کی لاٹ

تھے۔ اس نے اپنے بھائیوں کو ختم کر کے ریاست مگدھ کا تخت حاصل کر لیا۔ اشوک نے اڑیسہ کی ریاست پر قبضہ کرنے کے لیے 261ق م میں حملہ کر دیا۔ اشوک کو فتح حاصل ہوئی۔ اس جنگ میں تقریباً ایک لاکھ آدمی مارے گئے۔ اس واقعہ کے بعد لڑائی سے اسے سخت نفرت ہوگئی اور آئندہ کوئی جنگ نہ لڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ اُس نے جنگ میں بنائے گئے قیدی چھوڑ دیے اور قوم سے معافی بھی مانگی۔ وہ جبر و تشدّد سے توبہ کر کے بدھ مت کا پیروکار بن گیا۔ اشوک نے سلطنت کا انتظام نہایت عمدہ طریقے سے چلایا۔ سڑکوں کے ساتھ سایہ دار درخت لگوائے اور سرائیں بھی تعمیر کرائیں جہاں مسافر آرام کرتے تھے۔

اس نے سنہری فرامین جاری کیے اور حکم دیا کہ انھیں چٹانوں اور ستونوں پر کندہ کیا جائے تاکہ لوگ اُنھیں پڑھ سکیں۔ یہ فرامین آج بھی ہندوستان کے ہر حصّے میں موجود ہیں جن سے اس کے بدھ عقائد کا پتا چلتا ہے۔ اُس نے جانوروں کے لیے شفاخانے بنوائے۔ اس طرح اُس نے باغات بھی لگوائے۔ اشوک نے تانبے اور چاندی کے سکے بھی جاری کیے۔ اناج پر خصوصی ٹیکس لگائے گئے۔ ہندوستان کا موجودہ قومی نشان ''اشوک کی لاٹ'' اشوک کے ستون کے ''شیر نما'' بالائی حصّے سے لیا گیا ہے۔ اس نے خود کو بدھ مت کا راہب اعلیٰ بنالیا۔

اشوک نے ہندوستان میں بدھ ازم کی خوب اشاعت کی۔ ایشیا میں اس مذہب کو پھیلانے کے لیے مذہبی رہنما بھجوائے اور بُدھوں کی عبادت گاہیں بھی بنوائیں۔ اس نے پاکیزہ زندگی بسر کرنے پر زور دیا۔ اِس کے دور میں بدھ مت کا پیغام تبت، چین، منگولیا اور جاپان تک پھیل گیا۔ اشوک نے پوجا پاٹ کے نئے نئے طریقے دریافت کیے۔ بدھ مت کے مذہبی احکامات گزرگاہوں، میناروں اور پہاڑوں پر کندہ کرائے۔ اُس نے ملک بھر میں اسٹوپے (عبادت گاہیں) بنوائیں۔ اُس نے 232ق م میں وفات پائی۔ اس کے انتقال کے بعد تخت نشینی کے لیے اس کے جانشینوں میں جنگ شروع ہوگئی جس کی وجہ سے ہندوستان دوبارہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہوگیا۔

گُپت حکومت کا قیام (320ء)

چندر گُپت اوّل نے، گُپت حکومت کی بنیاد 320ء میں رکھی۔ گُپت عہد میں ہندوستان دوبارہ متحد ہوا اور ہندو مت کو فروغ حاصل ہوا۔ اس نے مگدھ میں اپنی آبائی ریاست کو وسعت دینا شروع کر دی۔ تبت کے علاقے شامل ہونے کے

بعداس کی حکومت گنگا اور جمنا تک پھیل گئی۔اس نے 335ء میں وفات پائی۔

سمدر گُپت

چندر گُپت کے بعد اس کا بیٹا سمدر گُپت تخت نشین ہوا جو ایک عظیم فاتح اور مدّبر انسان تھا۔ جب اس نے حکومت سنبھالی تو ہندوستان میں ہر طرف افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو چکی تھیں۔اس نے مملکت میں بہتری کے لیے کئی اقدامات اٹھائے۔

اس نے علم وفن، ادب اور ثقافت کو ترقی دی۔اس نے ایک شاعر اور موسیقار کی حیثیت سے شہرت پائی۔ملک میں کسان اپنی آمدنی کا ایک حصہ حکومت کو دیتے تھے۔اس کے دور میں عوام آزاد تھے۔اس عہد میں فنِ نقاشی اور مصوری اپنے عروج پر تھی۔شہر میں خوبصورت باغ، حمام اور تالاب موجود تھے۔ملک بھر میں سرائیں تعمیر کرائی گئیں۔

سمدر گُپت نے بہت سے علاقے فتح کیے۔اس طرح سمدر گُپت ایک وسیع سلطنت کا مالک بن گیا۔اس نے چالیس سال حکومت کی۔

چندر گُپت ثانی

سمدر گُپت کے بعد اس کا بیٹا چندر گُپت ثانی 375ء میں تخت نشین ہوا جو ''بکر ماجیت'' کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس نے تخت نشین ہونے کے بعد بنگال کے راجاؤں کو شکست دی۔اس نے مالوہ، گجرات اور کاٹھیاواڑ کے علاقوں کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔اس طرح گُپت سلطنت ایک وسیع علاقے تک پھیل گئی۔گُپت عہد میں سخت قوانین بنائے گئے تاکہ حکومت مضبوط ہو۔اس عہد میں آرٹ کو بھی خوب ترقی ملی۔وہ 38 سال تک حکمران رہا۔

گُپت حکومت ۔400ء



گُپت عہد میں ہندومت کا اَحیا

گُپت عہد اصل میں ہندومت کے احیا کا دور ہے۔ ہندومت کو زبردست عروج حاصل ہوا۔ بہت سے مندر تعمیر ہوئے۔ سنسکرت زبان کو ترقی دی گئی۔ریاضی، سنگ تراشی اور موسیقی کو فروغ ملا۔ ہندو پیشواؤں نے مذہب کو نئے سرے سے پُرکشش بنانے کی کوششیں

شروع کر دیں۔ اس عہد میں سنسکرت کو ترقی ملی۔ آج کا ہندو مت اُسی شکل میں موجود ہے۔

گپت خاندان کے آخری حکمران

چندر گپت ثانی کے بیٹے کمار گپت نے 42 سال حکومت کی اور 453ء میں وفات پائی۔ کمار گپت کے بعد اس کا بیٹا سکندہ گپت حکمران بنا۔ اس کے عہد میں ہُن قوم نے حملے شروع کر دیے۔ اس طرح گپت سلطنت قائم نہ رہ سکی۔

ہندوستان کی وحدت میں راجا ہرش کا کردار (606ء تا 647ء)

گپت خاندان کے بعد ہندوستان کی وحدت انتشار کا شکار ہو گئی۔ ملک کا بڑا حصّہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گیا۔ ریاست تھانیسر کا راجا ہرش وردھن تھا جس نے شمالی ہندوستان کو نئے سرے سے منظّم کیا۔

ہرش 606ء میں تخت نشین ہوا تو ہر طرف انتشار اور بدامنی کا دور دورہ تھا۔ اس نے سیاسی انتشار کو ختم کیا اور پورے ملک میں ایک مضبوط حکومت قائم کی۔ اس کے پاس ایک مضبوط اور طاقت ور فوج تھی۔ ہرش نے جنوبی پنجاب، قنوج، بنگال اور اڑیسہ پر قبضہ کر لیا۔ ہرش نے مالوہ پر بھی زبردستی قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اس نے سندھ اور نیپال کے علاقے بھی فتح کر لئے۔ ہرش نے دکن پر حملہ کیا لیکن ناکام رہا۔ اس طرح اس نے شمالی ہندوستان کو فتح کر کے ایک مرکز پر متحد کر دیا۔ برصغیر میں ایک دفعہ پھر سیاسی وحدت اور امن وامان قائم ہو گیا۔ وہ ایک قابل اور ممتاز جرنیل تھا۔ وہ بہترین منتظم تھا۔ وہ رعایا کی بہتری کے لیے دن رات کام کرتا تھا۔ اس نے اپنی سلطنت کو کئی حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ اس نے ایک باقاعدہ مرکزی سیکریٹریٹ بنا رکھا تھا۔ وہ ٹیکس جنس یا نقدی کی صورت میں وصول کرتا تھا۔ زرعی پیداوار کا چھٹا حصہ بادشاہ کے لیے مخصوص تھا۔ لوگ خوشحال زندگی بسر کرتے تھے۔ جرائم کی شرح بہت کم تھی۔ حکومت لوگوں کے ساتھ فیاضانہ سلوک کرتی تھی۔ ہرش وردھن علم وادب کی سرپرستی کرتا تھا۔ وہ خود بھی شاعر، ڈرامہ نگار اور مصنف تھا۔ اُس نے ملک میں درسگاہیں قائم کیں۔ وہ اچھے کام سرانجام دینے کے لیے نیند اور خوراک تک کو بھول جاتا تھا۔ وہ ایک دوراندیش حکمران تھا۔ اُس نے ہمسایہ ممالک بالخصوص چین کے ساتھ دوستانہ مراسم استوار کر رکھے تھے۔ ہرش نے 647ء میں وفات پائی۔ اس کی وفات کے بعد شمالی ہندوستان دوبارہ انتشار کا شکار ہو گیا اور اس کی عظیم سلطنت ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی۔

آزاد ریاستیں

ہرش کی وفات کے بعد شمالی ہندوستان میں راجپوتوں نے کئی ایک آزاد ریاستیں قائم کیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

(i) قنوج:

قنوج کا حکمران ''راجا بھوج'' تھا۔ نویں اور دسویں صدی میں اس ریاست کی وسعت گجرات سے بنگال تک پھیل گئی۔ مالوہ، راجپوتانہ اور گجرات کی ریاستیں بھی اس میں شامل تھیں۔ راجپوتوں نے بارھویں صدی میں دہلی پر قبضہ کرلیا۔ اُن حکمرانوں میں ''پرتھوی راج چوہان'' نمایاں تھا جسے 1165ء سے 1192ء تک خاصی شہرت حاصل رہی۔

(ii) دہلی:

دسویں صدی کے آخر میں تومار خاندان نے دہلی پر قبضہ کرلیا۔ اس خاندان کا بانی راجا اننگ پال تھا۔ 1170ء میں دہلی پر چوہان راجپوتوں نے قبضہ کرلیا۔

(iii) تامل:

دسویں اور گیارھویں صدی عیسوی میں جنوبی ہندوستان میں تامل ریاست قائم ہوئی جو دکن سے سری لنکا تک پھیلی ہوئی تھی۔

(iv) بنگال و بہار:

آٹھویں صدی میں ''پال خاندان'' نے بنگال اور بہار پر قبضہ کرلیا۔ گیارھویں صدی عیسوی میں ''سین خاندان'' حکمران بن گیا۔ بختیار خلجی نے 1203ء میں اس علاقہ کو دہلی سلطنت کا حصہ بنالیا۔

(v) جنوبی ہند:

راشٹرکوٹ خاندان نویں صدی عیسوی کے آغاز سے 973ء تک جنوبی ہند میں حکومت کرتا رہا۔ اس کے بعد ''چالوکیا'' خاندان کی حکومت بنی۔ ''یادو'' خاندان 1200ء میں اس ریاست پر قابض ہوگیا۔

مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے مفصّل جوابات لکھیں:

(i) آریا کہاں کے رہنے والے تھے؟ برصغیر میں ان کی آمد کا مفصل حال بیان کریں۔

(ii) ذات پات کے نظام پر روشنی ڈالیں۔

(iii) سکندرِ اعظم اور راجا پورس کے درمیان جنگ کا حال لکھیں۔

(iv) ہندومت، جین مت اور بدھ مت کے مذہبی خیالات مختصر تحریر کریں۔

(v) گپت حکومت کے قیام اور ہندومت کے احیا کا ذکر کریں۔

2- ذیل میں ہر سوال کے چار جواب دیے گئے ہیں، درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:۔

(i) جنوبی ایشیا میں آریا کہاں سے آئے؟

(الف) وسط ایشیا (ب) مشرق وسطٰی (ج) یونان (د) چین

(ii) آریاؤں نے جنوبی ایشیا میں آ کر کس کو شکست دی؟

(الف) دراوڑوں کو (ب) ترکوں کو (ج) سمیریوں کو (د) چینیوں کو

(iii) اشوک جنگ کے بعد کس مذہب کا پیروکار بن گیا تھا؟

(الف) عیسائیت (ب) بدھ مت (ج) ہندو مت (د) جین مت

(iv) بدھ مت کی تعلیمات میں واضح طور پر کس بات کا ذکر ملتا ہے؟

(الف) مساوات (ب) ذات پات (ج) تشدد (د) اشنان

(v) مہاویر کس مذہب کا بانی تھا؟

(الف) ہندو مت (ب) جین مت (ج) سکھ مت (د) بدھ مت

-3 مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیں:

(i) آریائی معاشرہ کتنے حصوں میں تقسیم تھا؟ (ii) گوتم بدھ کون تھا؟

(iii) جین مت کا بانی کون تھا؟ (iv) چندر گپت موریا کا تعلق کس خاندان سے تھا؟

(v) سمدر گپت کون تھا؟

-4 کالم الف کو کالم ب سے اس طرح ملائیں کہ جملہ مکمل ہو جائے:۔

کالم الف	کالم ب
آریاؤں کا اصل وطن	کی پوجا کرتے تھے
آریائی لوگ مختلف	جین مت کا بانی تھا
آریا مظاہر فطرت	قبائل میں تقسیم تھے
مہاویر	ہندو مت کا احیا ہوا
گپت عہد میں	وسط ایشیا تھا

عملی سرگرمیاں

طلبا، سکندر اعظم سے لے کر چندر گپت ثانی تک بادشاہوں کے دورِ حکومت کی تصویری منظر کشی کریں۔

باب 3

جنوبی ایشیا میں مسلمان (i)

Muslims in South Asia (i)

تدریسی مقاصد:

اس باب کو پڑھنے کے بعد طلبا اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- ☆ برصغیر خاص طور پر مکران، سندھ اور ملتان پر عرب حملوں کی وجوہات اور اثرات جان سکیں۔
- ☆ محمد بن قاسم کی سندھ اور ملتان کی فتوحات کی وضاحت کر سکیں۔
- ☆ سلطان محمود غزنوی کی برصغیر پاک و ہند میں مہمات اور فتوحات کا جائزہ لے سکیں۔
- ☆ سائنس، آرٹس اور فنون کی ترقی میں سلطان محمود غزنوی کے کردار کا جائزہ لے سکیں۔
- ☆ سلطان شہاب الدین غوری کی فتوحات، کارناموں اور مسلم حکومت کے قیام کے بارے میں بتا سکیں۔
- ☆ سلطان قطب الدین ایبک اور سلطان التتمش کے عہد میں مسلم سلطنت کے قیام اور استحکام کے بارے میں بتا سکیں۔
- ☆ رضیہ سلطانہ کی تخت نشینی اور سلطنت کے مسائل پر گفتگو کر سکیں۔
- ☆ ناصر الدین محمود کے عہد کو بیان کر سکیں۔
- ☆ بلبن کی ابتدائی زندگی اور حکومت کے بارے میں بتا سکیں۔

برصغیر میں عربوں کی آمد اور فتح سندھ



محمد بن قاسم

عربوں کا پیشہ تجارت تھا، اس لیے وہ دُنیا کے مختلف ممالک میں تجارت کی غرض سے آتے جاتے رہتے تھے۔ وہ ہندوستان سے مال و اسباب کشتیوں اور جہازوں کے ذریعے مصر اور شام تک پہنچاتے تھے۔ تجارت کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کے ساتھ عربوں کے خوشگوار اور گہرے تعلقات قائم ہو چکے تھے۔ عربوں نے یہاں کے مقامی لوگوں تک اسلام کا پیغام بھی پہنچانا شروع کر دیا تھا۔ سری لنکا کے ساحل پر بھی

مسلمان تاجر آباد تھے۔



محمد بن قاسم کی کشتی

سندھ پر حملے کی وجوہات

703ء میں مکران کے گورنر سعید بن اسلم کو قتل کر دیا گیا اور اس کے قاتل نے سندھ کے راجا داہر کے ہاں پناہ لے لی۔ حجاج بن یوسف نے قاتل کی واپسی کا مطالبہ کیا لیکن راجا داہر نے اس مطالبہ کو مسترد کر دیا۔

دوسری اہم وجہ یہ تھی کہ سری لنکا میں مقیم عرب مسلمانوں کا ایک جہاز تجارتی سامان اور حجاج بن یوسف کے لیے قیمتی تحائف لے کر جب دیبل (سندھ) کی بندرگاہ کے قریب پہنچا تو سمندری ڈاکوؤں نے اُسے لوٹ لیا۔ اُنھوں نے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا لیا۔ حجاج بن یوسف نے سندھ کے راجا داہر کو خط لکھا کہ سمندری ڈاکوؤں سے مال واپس لیا جائے، قیدیوں کو رہا کیا جائے اور ڈاکوؤں کو سخت سزا دی جائے۔ راجا داہر نے جواب میں لکھا کہ بحری ڈاکو اس کے قابو سے باہر ہیں۔ حجاج بن یوسف جواب سن کر غصّے میں آ گیا اور اس نے اپنے نوجوان داماد اور بھتیجے محمد بن قاسم کو ایک لشکر دے کر سندھ بھیجا تا کہ راجا داہر کو سزا دی جا سکے۔



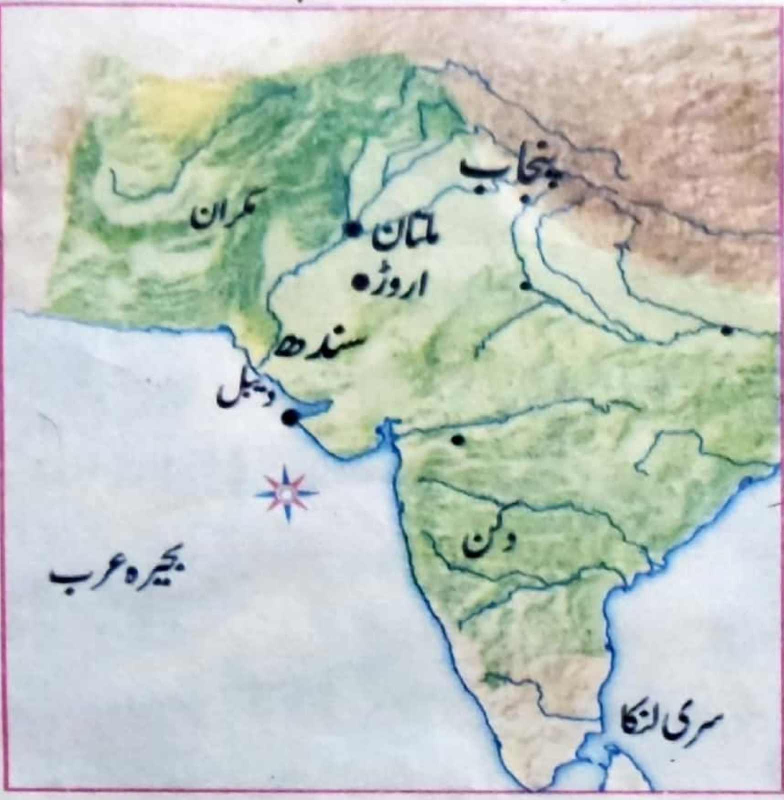
منجنیق

دیبل (سندھ) کی فتح

محمد بن قاسم 712ء میں مکران کے راستے دیبل پہنچا اور اُس کا محاصرہ کر لیا۔ دیبل کراچی کے پاس سندھ کی ایک مشہور بندرگاہ تھی۔ حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو لکھا ''راجا داہر کو دریائے مہران (سندھ) مت عبور کرنے دینا، دشمن کا مقابلہ کھلے میدان میں کرنا، لشکر کی ترتیب کا خیال رکھنا اور سندھ کے سرداروں کی حمایت حاصل کرنا''۔ محمد بن قاسم نے ان ہدایات پر عمل کیا اور فتح حاصل کی۔

دیبل کے وسط میں ہندوؤں کا ایک مندر تھا جس پر ان کا سرخ جھنڈا لہراتا رہتا تھا۔ ہندوؤں کا عقیدہ تھا کہ جب تک جھنڈا لہراتا رہے گا اس وقت تک انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ مسلمانوں نے جب ''منجنیق'' چلائی تو ایک پتھر جھنڈے پر جا لگا۔ جھنڈا نیچے گر گیا اور ہندوؤں کے حوصلے پست ہو گئے۔ اس کے بعد راجا کی فوج قلعے سے باہر آ کر لڑنے لگی۔ مسلمان بڑی بہادری سے لڑے اور قلعے پر قبضہ کر کے شہر فتح کر لیا۔ راجا

داہر میدان جنگ سے فرار ہو گیا اور بعد میں مارا گیا۔ مسلمانوں کو بحری ڈاکوؤں کی قید سے رہائی ملی اور ان کو سخت سزا دی گئی۔ 712ء میں سندھ مکمل طور پر فتح ہو گیا۔



ملتان کی فتح

اس دور میں ملتان کا صوبہ بھی راجا داہر کی سلطنت میں شامل تھا۔ یہ شہر تجارت کا مرکز اور مضبوط قلعوں میں شمار ہوتا تھا۔ یہاں کا حکمران، راجا داہر کے بھائی کا بیٹا تھا۔ جب سندھ کی فتح کے بعد محمد بن قاسم ملتان پہنچا تو اس نے اسلامی لشکر کا مقابلہ کیا لیکن میدانِ جنگ سے بھاگ کر جان بچائی۔ ملتان سے محمد بن قاسم کو بے شمار مال و دولت ملی جس کا کافی حصہ سپاہیوں میں تقسیم کر دیا اور باقی حصہ حجاج بن یوسف کو عراق بھیج دیا۔ اس فتح سے حجاج بن یوسف بہت خوش ہوا۔

اثرات

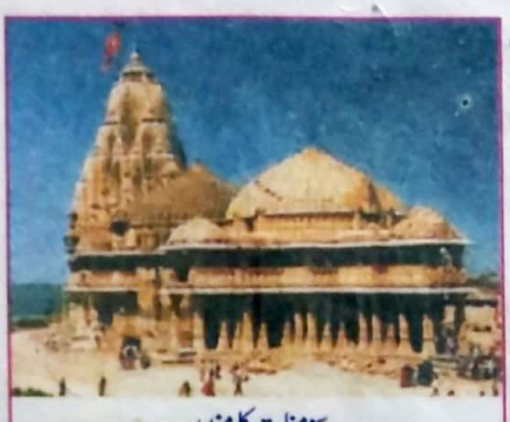
راجا داہر کی شکست کے بعد سندھ کے لوگوں نے محمد بن قاسم کو خوش آمدید کہا۔ محمد بن قاسم نے فتح سندھ کے بعد مساوات اور عدل کا نظام رائج کیا جس سے ہندو معاشرہ بہت متاثر ہوا۔ نچلی ذات کے ہندوؤں نے محمد بن قاسم اور اُس کے ساتھیوں کے اخلاق اور رواداری سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ مسلمانوں نے تعلیم دینے کے لیے مدرسے کھولے۔ ہندی کتابوں کے عربی میں ترجمے کیے گئے۔ فتح سندھ کے بعد بے شمار علما، تاجر اور صنعت کار سندھ میں آباد ہو گئے۔ جنوب مشرقی ایشیا کے ساحلی علاقوں کے ساتھ عربوں کی تجارت میں بھی اضافہ ہوا۔


سلطان محمود غزنوی

سلطان محمود غزنوی کا عہد حکومت (997ء تا 1030ء)

سلطان محمود غزنوی، غزنی میں پیدا ہوا۔ وہ غزنی کے بادشاہ سبکتگین کا بیٹا تھا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد 997ء میں ستائیس سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ وہ بڑا بہادر اور حوصلہ مند بادشاہ تھا۔ اس نے انتظامِ سلطنت اور

جنگی اُمور میں خاصی مہارت حاصل کی۔ اُس نے 33 سال جنگی مہمات میں گزارے۔ اس نے ہندوستان پر سترہ حملے کیے اور ہمیشہ کامیاب رہا۔ سومنات ہندوؤں کا مشہور اور مقدس مندر تھا۔ ہندوؤں کا عقیدہ تھا کہ سومنات پر حملہ کرنے والا خود تباہ و برباد ہو جائے گا۔ جب محمود غزنوی کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے سومنات پر حملہ کیا اور اسے فتح کر لیا۔ اس مندر میں بے شمار دولت موجود تھی۔ دیوتاؤں کی مورتیوں پر ہیرے جواہرات اور سونے چاندی کے زیورات جڑے تھے۔ شمالی ہندوستان کے کئی راجے اس مندر کو بچانے کے لیے بڑی فوج لے کر آئے لیکن ناکام ہوئے۔ پجاریوں نے سلطان کو بڑی تعداد میں جوہرات اور مال و دولت پیش کیا تاکہ سومنات کے بت کو نہ توڑا جائے مگر سلطان نے جواب دیا ”میں بت شکن ہوں بت فروش نہیں۔“


سومنات کا مندر

سلطان محمود کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد غزنوی سلطنت میں خوب وسعت ہوئی۔ اس نے ملتان، ترکستان اور وسط ایشیا کی مہمات میں فتح حاصل کی۔ پنجاب کے ہندو راجا جے پال نے محمود غزنوی کی تخت نشینی کے وقت غزنی پر حملہ کر دیا۔ محمود اسے سزا دینا چاہتا تھا۔ اس لیے اُس نے پنجاب پر حملہ کر دیا۔ دونوں فوجوں کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ محمود نے جے پال کو عبرت ناک شکست دی۔ جے پال کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا انند پال بہت سے ہندو راجاؤں کو ساتھ ملا کر تین لاکھ فوج لے کر محمود غزنوی کے مقابلے میں آیا لیکن شکست کھائی۔

محمود کے دور میں علوم و فنون میں ترقی


ابو ریحان البیرونی

سلطان محمود غزنوی علوم و فنون کا قدردان تھا۔ اس نے فارسی زبان کی ترقی کے لیے قابلِ قدر کام کیا۔ اس نے غزنی میں بہت سے مدرسے قائم کیے اور علم و ادب کی خوب سرپرستی کی۔ اس کے دربار میں چار سو سے زائد شاعر اور ادیب تھے، جن میں فردوسی اور البیرونی جیسے باکمال لوگ بھی شامل تھے۔ اس نے غزنی میں ایک عالی شان لائبریری بنائی۔ اس کے عہد میں غزنی علم و ادب کا مرکز بن گیا۔ سلطان شاندار عمارات بنوانے میں بھی دلچسپی لیتا تھا۔ اُس نے غزنی میں عالی شان مسجد تعمیر کروائی۔ اساتذہ اور طلبا کے وظیفے مقرر کیے۔ سلطان نے ہر گاؤں اور قصبہ میں انصاف کے لیے قاضی مقرر کیے۔ پیمائش اور وزن کے پیمانوں کی نگرانی کی جاتی تھی۔ اس کے دور میں فارسی زبان کی اہمیت بڑھ گئی اور عربی صرف مذہبی زبان

بن کر رہ گئی۔اس دور میں عالم اور عظیم سائنسدان البیرونی نے کتاب ''کتاب الہند'' میں ہندوستان کے لوگوں کی طرز زندگی اور رسم و رواج پر روشنی ڈالی اور فردوسی نے شاہنامہ لکھ کر فارسی زبان و ادب میں ایک نئی روح پھونک دی۔

غوری خاندان

سلطان شہاب الدین محمد غوری

(1173ء تا 1206ء)

غزنوی خاندان کے زوال کے بعد 1173ء غوری خاندان حکمران بنا۔سلطان شہاب الدین محمد غوری کو ہندوستان میں مسلم حکومت کا بانی کہا جاتا ہے۔محمد غوری اپنے بھائی کی وفات کے بعد 1203ء میں تخت نشین ہوا۔اس خاندان کا تعلق ''غور'' سے تھا جو افغانستان میں غزنی اور ہرات کے درمیان ایک پہاڑی علاقہ ہے۔اسی علاقے کی نسبت سے انھیں غوری کہا جاتا ہے۔

فتوحات

ملتان	1175ء	سندھ	1178ء
پنجاب	1187ء	سرہند	1191ء

ترائن کی پہلی جنگ (1191ء)

ہندوستان کے ایک حکمران پرتھوی راج نے سرہند کو واپس لینے کے لیے ہندو راجاؤں سے مل کر سرہند پر حملہ کیا۔شہاب الدین محمد غوری مقابلہ نہ کر سکا اور سرہند پر دوبارہ پرتھوی راج کا قبضہ ہو گیا۔وہ لاہور پہنچا اور یہاں سے غزنی روانہ ہو گیا۔

ترائن کی دوسری جنگ (1192ء)

سلطان شہاب الدین محمد غوری کو ترائن کی پہلی جنگ کی شکست کا بہت افسوس تھا۔چنانچہ اس نے ایک سال تیاری کی اور 1192ء میں دوبارہ ترائن کے میدان میں اُترا۔سلطان شہاب الدین غوری نے ایک حکمت عملی کے تحت فوج کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا اور جنگ شروع کر دی۔شدید لڑائی کے بعد ترائن کی اس جنگ نے تاریخ کا رُخ بدل دیا اور ہندوستان میں مسلم حکومت کی بنیاد رکھ دی گئی۔پرتھوی راج کو شکست ہوئی وہ میدان جنگ سے فرار ہوا اور بعد میں مارا گیا۔



غوری سلطنت

قنوج پر حملہ (1194ء)

محمد غوری نے 1194ء میں قنوج پر حملہ کیا اور راجا جے چند کو شکست دی۔

کارنامے:

سلطان نے امن وامان قائم کیا اور رعایا سے اچھا سلوک کیا۔ اُس نے ملکی و مالی انتظام کی طرف خاص توجہ دی۔ اُس نے فوجی امور کو بہتر بنایا۔ ملک میں سڑکوں کو محفوظ کیا۔ دہلی میں اُس کے نام کا خطبہ جاری ہوا۔ سلطان نے ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک مضبوط حکومت قائم کی اور ہندوؤں کی اجارہ داری ختم کر دی۔

خاندانِ غُلاماں (1206ء تا 1290ء)

سلطان محمد غوری کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی، اس لیے وہ اپنے ترک غلاموں کو اولاد کی طرح سمجھتا تھا۔ سلطان شہاب الدین محمد غوری کے بعد اس کی سلطنت کی باگ ڈور اس کے غلاموں کے ہاتھ میں آئی، اس لیے اس دور کو "دورِ خاندانِ غلاماں" کہا جاتا ہے۔ اس خاندان کا بانی سلطان قطب الدین ایبک تھا۔


قطب الدین ایبک

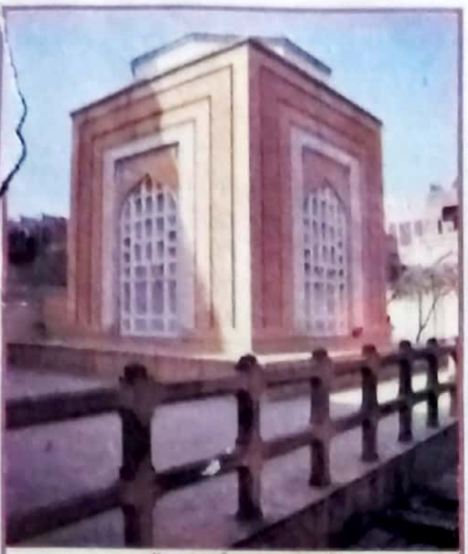
قطب الدین ایبک (1206ء تا 1210ء)

ترائن کی جنگ کے بعد سلطان محمد غوری نے قطب الدین کو برصغیر میں اپنا نائب مقرر کیا اور خود غزنی واپس چلا گیا۔ سلطان محمد غوری کی وفات کے بعد قطب الدین ایبک 1206ء میں "سلطان" کا لقب اختیار کر کے تخت نشین ہوا۔ وہ پہلا مسلمان بادشاہ تھا جس نے دہلی کو دارالسلطنت بنایا اور ہندوستان میں باقاعدہ مسلم حکمرانی کا آغاز ہوا۔ اُس نے مفتوحہ علاقوں کے نظم ونسق اور امن وامان کی بحالی کی طرف خصوصی توجہ دی۔

سلطان قطب الدین ایبک ایک مدبّر حکمران تھا۔ اس نے ترک اُمرا اور فوجی سرداروں کو بلند مقام اور دولت دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس نے طاقت ور اُمرا سے رشتے ناطے قائم کیے۔ اس نے سندھ اور ملتان کے حکمران ناصر الدین قباچہ سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔ اس نے عدل و انصاف قائم کیا۔ اُس نے

ہندوؤں سے بھی اچھا سلوک کیا۔ اس نے تمام ناجائز اور غیر شرعی ٹیکس ختم کیے۔

سلطان کو فنِ تعمیر سے بڑا لگاؤ تھا۔ اُس نے بہت سی عمارات بنوائیں لیکن دہلی میں مسجد قوت الاسلام اور قطب مینار خاص اہمیت کے حامل ہیں قطب مینار کے قریب خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا مزار ہے۔ اسی وجہ سے اسے قطب مینار کہتے ہیں۔ قطب مینار کی بلندی تقریباً 78 میٹر ہے


قطب الدین ایبک کا مقبرہ

قطب الدین ایبک 1210ء میں لاہور میں ''چوگان'' (پولو) کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر کر فوت ہو گیا۔ اس کا مقبرہ انار کلی (لاہور) میں ہے۔

سلطان شمس الدین التتمش (1211ء تا 1235ء)


سلطان شمس الدین التتمش

سلطان شمس الدین التتمش ترک نسل سے تعلق رکھتا تھا اور قطب الدین ایبک کا غلام تھا۔ وہ بہت دلیر اور مہم جو تھا۔ اس کے بھائیوں نے حسد کی بنا پر اسے فروخت کر دیا۔ بعد میں سلطان قطب الدین ایبک نے اسے خرید لیا اور اپنے بیٹوں کی طرح اس کی پرورش کی۔ سلطان نے اسے بدایوں کا حاکم مقرر کیا اور اپنی بیٹی کی شادی بھی اُس سے کر دی۔

سلطان قطب الدین ایبک کی وفات کے بعد التتمش ''شمس الدین'' کا لقب اختیار کر کے تخت نشین ہوا۔ سلطان التتمش نے جب حکومت سنبھالی تو اُسے بے شمار مسائل اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ملک میں بغاوتیں شروع ہو گئیں۔ صوبہ بنگال نے خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ سندھ اور ملتان میں ناصر الدین قباچہ نے بغاوت کر کے خود مختاری اختیار کر لی۔ تاج الدین یلدوز نے لاہور پر قبضہ کر لیا۔ راجپوت سرداروں نے بھی سرکش ہونے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ان حالات میں التتمش نے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے تمام مسائل اور مشکلات پر قابو پا لیا۔ اس نے بکھرے ہوئے علاقوں کو اکٹھا کر کے ایک مضبوط حکومت قائم کی۔

سلطان التتمش نے دہلی میں مسجد قوت الاسلام اور قطب مینار مکمل کیا۔ سلطان التتمش پہلا مسلمان حکمران تھا جس نے عربی طرز کے معیاری سکے جاری کیے۔ وہ علوم و فنون کا قدر دان تھا۔ اُس نے رعایا میں عدل و انصاف قائم کیا۔ سلطان

نے اپنے دورِ حکومت میں اپنے وفاداروں کی ایک مجلس بنائی جو بادشاہ کو مشورے دیتی تھی۔مجلس میں شامل لوگوں کو "امرا چہل گان" (چالیس امرا) کہا جاتا تھا۔سلطان التتمش نے 1235ء میں وفات پائی۔



عربی طرز کے سکے



قطب مینار



مسجد قوت الاسلام

رضیہ سلطانہ (1236ء تا 1240ء)



رضیہ سلطانہ

رضیہ سلطانہ، سلطان شمس الدین التتمش کی بیٹی تھی۔سلاطین کے عہد میں رضیہ سلطانہ پہلی خاتون تھی جو تخت پر بیٹھی۔وہ غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک تھی۔وہ اپنے بھائیوں کے مقابلے میں سلطنت کے امور میں زیادہ دلچسپی لیتی تھی۔وہ اپنے باپ کی عدم موجودگی میں امورِ سلطنت چلاتی تھی۔سلطان التتمش کی وفات کے بعد دہلی کے عوام نے رضیہ سلطانہ کو 1236ء میں دہلی کے تخت پر بٹھایا۔

مسائل

جب رضیہ سلطانہ تخت نشین ہوئی تو ترک امرا نے اس کی سخت مخالفت کی جب کہ دہلی کے عوام نے آخری وقت تک رضیہ سلطانہ کا ساتھ دیا۔وہ انتظامی معاملات کو خوب سمجھتی تھی۔اُس نے مشکل حالات میں مسائل پر قابو پایا۔صوبوں کے گورنروں نے بغاوت کر دی اور ہندوؤں نے سرکشی کی۔اُس نے بات چیت کا راستہ اختیار کر کے بغاوت کو ختم

کر دیا۔اس نے ایک باغی ترک امیر ملک التونیہ سے شادی کر کے باغیوں سے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔اگر چہ رضیہ سلطانہ نے صرف چار سال تک حکومت کی لیکن اس نے بڑی قابلیت سے تمام انتظامی خرابیوں کو دور کیا۔

رضیہ سلطانہ کے بعد اُس کا بھائی معزالدین بہرام شاہ 1240ء تا 1242ء حکمران رہا۔بہرام شاہ کے بعد رکن الدین کا بیٹا سلطان مسعود تخت نشین ہوا۔ وہ جلد ہی عیش وعشرت میں پڑ گیا جس کے باعث 1246ء میں اس کے چچا سلطان ناصر الدین محمود نے حکومت سنبھال لی۔

سلطان ناصر الدین محمود کا دور حکومت (1246ء تا 1266ء)

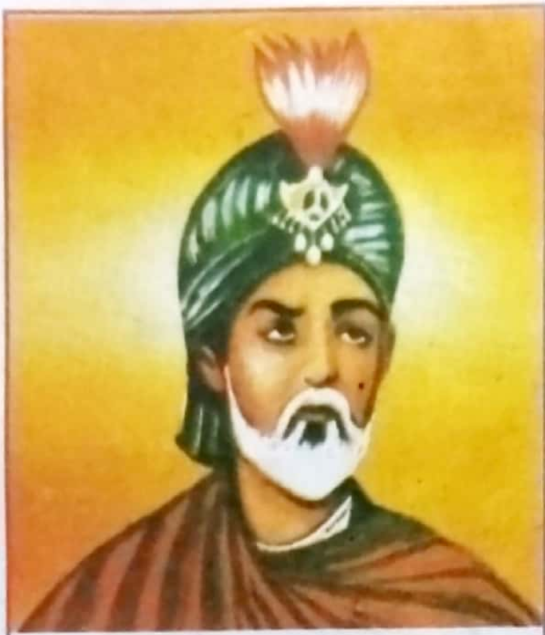
سلطان ناصر الدین محمود سلطان التمش کا چھوٹا بیٹا تھا جو بنگال کا گورنر مقرر کیا گیا تھا، وہ 1246ء میں تخت نشین ہوا۔اسے امورِ سلطنت میں زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔اس نے غیاث الدین بلبن کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ **جو حکومتی معاملات چلاتا تھا۔** جب ناصر الدین تخت نشین ہوا تو منگولوں نے حملہ کر کے لاہور اور ملتان میں قتل و غارت شروع کر دی۔ ناصر الدین نے غیاث الدین بلبن کو ان کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔بلبن نے 1256ء میں اپنے بھائی کشلو خاں گورنر ملتان کی بغاوت کو سختی سے کچل دیا۔ترک امرا 1253ء میں بلبن کے ہاتھوں مکمل اختیارات دیکھ کر ناصر الدین کے خلاف ہو گئے اور اس کی بالا دستی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

ناصر الدین نے 20 سال حکومت کی لیکن اصل اختیارات بلبن کے پاس ہی رہے۔اُس نے سلطنت کا انتظام بڑے احسن طریقے سے چلایا۔اُس نے ہندوؤں، راجپوتوں، کھوکھروں اور میوات کے باغیوں کی سخت سرکوبی کی۔ناصر الدین نے 1266ء میں وفات پائی۔

غیاث الدین بلبن کا دورِ حکومت (1266ء تا 1287ء)

غیاث الدین بلبن کا اصل نام بہاء الدین تھا جو ترک نسل سے تعلق رکھتا تھا۔وہ اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کا مالک تھا۔اُس نے سخت گیری سے حکومت کی۔سلطان شمس الدین التمش نے 1233ء میں اسے بطور غلام خریدا۔بلبن نے اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے جلد ہی بادشاہ کے دل میں مقام پیدا کر لیا۔**بلبن 1266ء میں سلطان ناصر الدین کی** وفات کے بعد تخت نشین ہوا اور ''غیاث الدین'' کا لقب اختیار کیا۔اس نے تخت نشین ہوتے ہی ''چالیس امرا'' کی قوت کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔

منگولوں کے حملے:



سلطان غیاث الدین بلبن

تیرھویں صدی عیسوی کے آغاز میں وسطی ایشیا میں منگولوں نے بے پناہ فوجی طاقت حاصل کر لی تھی۔ اُنہوں نے فتح بغداد کے بعد ہندوستان پر 1278ء میں پے در پے حملے کیے۔ بلبن نے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور انھیں لگاتار شکست دی۔ سلطان کے دونوں بیٹوں، محمد خاں اور بغرا خاں نے منگولوں کو دیپال پور کے قریب شکست دی۔ 1285ء میں منگولوں نے بڑی قوت سے حملہ کیا جس میں بلبن کا بڑا بیٹا محمد سلطان شہید ہوا لیکن سلطان نے یہ حملہ پسپا کر دیا اور دور تک پیچھا کیا۔

بلبن نے منگولوں کے خطرے کا سدِّ باب کرنے کے لیے کئی اقدامات کیے جن سے منگول حملوں کا خطرہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔ بلبن کی منگول پالیسی کے اہم نکات مندرجہ ذیل تھے:۔

(i) بلبن نے سلطنت کے دور دراز علاقوں میں فوجی مہمات پر جانے کی پالیسی کو ترک کر دیا۔ وہ زیادہ وقت دارالسلطنت میں موجود رہتا تاکہ منگولوں کے حملے کا بروقت تدارک کیا جا سکے۔

(ii) بلبن نے سرحدی علاقے کے قبائل مثلاً کھوکھروں کو اپنا مطیع بنا لیا۔ اس طرح منگولوں کو خاموشی کے ساتھ ہندوستان میں داخل ہو جانے کا موقع نہ ملا۔

(iii) بلبن نے اپنی فوج کی تنظیم نو کی اور سپاہیوں کو جدید ہتھیاروں سے مسلح کیا۔

(iv) بلبن نے سرحدی علاقوں میں بے شمار قلعے تعمیر کروائے اور ان میں فوجی دستے متعین کیے۔ اس سے منگولوں کو قدم قدم پر مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔

(v) بلبن نے سرحدی علاقوں کا دفاع کرنے کے لیے قابل سردار اور جرنیل مقرر کیے۔ اس طرح بلبن کی منگول پالیسی کامیاب رہی اور منگولوں سے نجات ملی۔

انتظامِ سلطنت اور امن وامان:

بلبن چاہتا تھا کہ لوگوں کے دلوں میں حکومت کا خوف ایسا پختہ کر دیا جائے کہ وہ بغاوت کرنے کے بارے میں

سوچ بھی نہ سکیں۔ جب بھی کوئی دشمن سر اٹھاتا تو اسے سختی سے کچل دیتا۔ بنگال کے باغیوں کو اس نے عبرتناک سزائیں دیں۔ بلبن دربار میں آدابِ شاہی کا بہت خیال رکھتا تھا۔ اس نے اپنے دربار کو بڑی شان وشوکت سے آراستہ کر رکھا تھا۔

سلطان غیاث الدین بلبن نے فوج کو نئے سرے سے منظّم کیا۔ اُس نے قلعوں کی تعمیر اور مرمت کی۔ اس نے جاگیروں کو ختم کیا۔ سلطان نے بیس سال تک حکومت کی۔ ایک دفعہ اُس نے کہا تھا کہ دوسرے ملکوں پر چڑھائی کرنے سے بہتر ہے کہ بادشاہ اپنے ملک کا انتظام بہتر رکھے اور امن وامان قائم کرے۔ اس کے زمانے میں امن وامان کا دور دورہ تھا۔ سلطان غیاث الدین بلبن نے 1286ء میں وفات پا گیا۔

سلطان معزالدّین کیقباد (1287ء تا 1290ء)

غیاث الدین بلبن خاندانِ غلاماں کا آخری قابل حکمران تھا۔ 1286ء میں اس کی وفات کے بعد سلطنتِ غلاماں اِنتشار کا شکار ہو کر زوال پذیر ہوگئی۔ بلبن کی وفات کے بعد دہلی کے کوتوال فخر الدین نے بلبن کی وصیت کے خلاف عمل کرتے ہوئے بغرا خاں کے بیٹے کیقباد کو تخت پر بٹھا دیا۔ اس وقت اس کی عمر 17 برس تھی۔ نوجوان سلطان حکمرانی کے رموز سے ناآشنا تھا۔ اس نے کاروبارِ سلطنت اپنے وزیرِاعظم نظام الدین کے سپرد کر کے عیش وعشرت کی زندگی اختیار کر لی۔ 1288ء میں جب بغرا خاں دہلی آیا تو اس نے اپنے بیٹے کو کہا کہ وہ نظام الدین کو اس کے عہدہ سے معزول کر دے۔ کیقباد نے اپنے باپ کے کہنے پر عمل کیا۔ 1290ء میں کیقباد فالج کا شکار ہوگیا۔ اُس نے صرف تین سال حکومت کی۔ اس کے بعد دہلی کے امراء نے کیقباد کے تین سالہ بیٹے کو تاجِ شاہی پہنایا۔ سلطنت کو استحکام نہ مل سکا اور جلال الدین خلجی نے موقع پا کر 1290ء میں تخت پر قبضہ کر کے خلجی خاندان کی بنیاد رکھی۔ اس کے بعد خاندانِ غلاماں کے دور کا خاتمہ ہوگیا۔ خاندانِ غلاماں نے برصغیر کی سیاست پر اہم اثرات چھوڑے۔

مشقی سوالات

-1 مندرجہ ذیل سوالات کے مفصّل جوابات لکھیں:

(i) عربوں کے سندھ پر حملہ کی وجوہات اور اس کے اثرات بیان کریں۔

(ii) سلطان محمود غزنوی کے برصغیر پر حملوں کے بارے میں تحریر کریں۔

(iii) سلطان محمد غوری کی فتوحات کے بارے میں تحریر کریں۔

(iv) قطب الدین ایبک کی سیاسی بصیرت پر نوٹ لکھیں۔

(v) بلبن نے ہندوستان میں اسلامی سلطنت کو کیسے استحکام بخشا؟ 1233

-2 ذیل میں ہر سوال کے چار جواب دیے گئے ہیں، درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:۔

(i) عربوں کے تجارتی جہاز کو کس نے لوٹ لیا؟

(الف) مکرانیوں نے (ب) ڈاکوؤں نے (ج) ملاحوں نے (د) مچھیروں نے

(ii) محمد بن قاسم راجا داہر کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے ساتھ پتھر پھینکنے کے لیے کیا لایا؟

(الف) منجنیق (ب) توپ (ج) بندوق (د) ٹینک

(iii) محمود غزنوی نے ہندوستان پر کتنے حملے کیے؟

(الف) پندرہ (ب) سولہ (ج) سترہ (د) اٹھارہ

(iv) شہاب الدین غوری نے ترائن کی پہلی جنگ کس کے خلاف لڑی؟

(الف) پرتھوی راج (ب) محمود غزنوی (ج) سلطان ابراہیم لودھی (د) رضیہ سلطانہ

(v) رضیہ سلطانہ کس سلطان کی بیٹی تھی؟

(الف) قطب الدین ایبک (ب) سلطان التتمش (ج) ناصر الدین محمود (د) سلطان غیاث الدین بلبن

-3 مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیں:

(i) عربوں کے حملے کے وقت سندھ میں کون سا راجا حکومت کرتا تھا؟ راجا داہر

(ii) محمود غزنوی نے کتنی جنگیں لڑیں؟ سلطان محمود غزنوی نے 33 سال [illegible]

(iii) محمد بن قاسم نے سندھ کس سن عیسوی میں فتح کیا؟ محمد بن قاسم نے 712ء میں سندھ پر حملہ کیا

(iv) سومنات کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

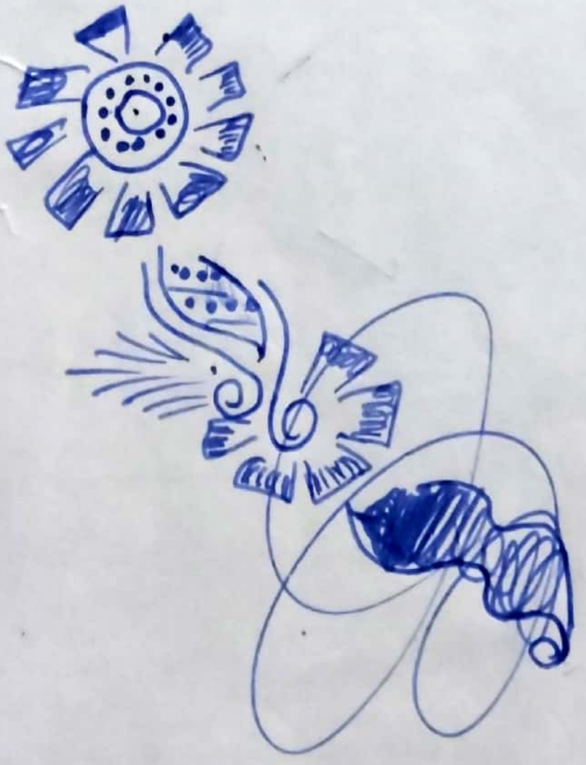
(v) ترائن کی دوسری جنگ کا فاتح کون تھا؟ فاتح سلطان شہاب الدین غوری

4- کالم الف کو کالم ب سے اس طرح ملائیں کہ جملہ مکمل ہو جائے:۔

کالم الف	کالم ب
محمد بن قاسم	کا غلام تھا
سلطان قطب الدین ایبک 1206ء میں	علم سے لگاؤ رکھتا تھا
سلطان شمس الدین التتمش، قطب الدین ایبک	بیٹی تھی
رضیہ سلطانہ، التتمش کی	لاہور میں تخت نشین ہوا
سلطان غیاث الدین بلبن	فاتح سندھ تھا

عملی سرگرمیاں

طلبا سلطان محمود غزنوی اور سومنات کے پجاریوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کمرہ جماعت میں مکالمہ کی صورت میں پیش کریں۔



باب 4

جنوبی ایشیا میں مسلمان (ii)

Muslims in South Asia (ii)

تدریسی مقاصد

اس باب کو پڑھنے کے بعد طلبا اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- ☆ خِلجی خاندان کے عروج اور استحکام کے بارے میں بتا سکیں۔
- ☆ علاؤالدین خلجی کے دورِ حکومت، دکن کی فتوحات اور معاشی نظام کے بارے میں بتا سکیں۔
- ☆ منگولوں کے حملوں اور سلاطین دہلی کی دفاعی پالیسیوں کو خصوصاً علاء الدین خلجی کے حوالے سے بیان کر سکیں۔
- ☆ خاندان تغلق کے عروج اور سلطنتِ دہلی کی وُسعت کے بارے میں جان سکیں۔
- ☆ محمد بن تغلق کے منصوبوں کا جائزہ لے سکیں۔
- ☆ فیروز شاہ تغلق کی اصلاحات کی وضاحت کر سکیں۔
- ☆ امیرِ تیمور کے حملوں اور ان کے اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
- ☆ لودھی خاندان کی حکومت اور سلاطینِ دہلی کو استحکام دینے میں سکندر لودھی کا کردار بیان کر سکیں۔
- ☆ لودھی خاندان کا ثقافتی ترقی میں کردار جان سکیں۔
- ☆ سلطنتِ دہلی کے زوال کے اسباب جان سکیں۔
- ☆ پندرھویں اور سولھویں صدی میں خود مختار ریاستوں کے قیام محلِ وقوع اور کردار کی نشان دہی کر سکیں۔

سلطنتِ خلجی

(1290ء تا 1321)

''خلجی''، ترک نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ ہجرت کر کے افغانستان میں آباد ہو گئے۔ خلجی، افغانستان کے جس علاقے میں آباد ہوئے اس کا نام ''خلج'' تھا۔ اس نسبت سے انھیں خلجی کہا جانے لگا۔

(i) سلطان جلال الدین فیروز خلجی (1290ء تا 1296ء)

جلال الدین خلجی نے 1290ء میں کیقباد کے قتل کے بعد اپنی تخت نشینی کا اعلان کیا۔ اس کے ساتھ ہی حکومت پر ترکوں کی اجارہ داری کا خاتمہ ہوا اور حکومت کے عہدے دوسری قوموں اور ذات کے لوگوں کے لیے بھی کھل گئے۔ وہ طاقت سے لوگوں پر قابو پانے کا قائل نہیں تھا بلکہ دوسروں پر نیکی کر کے دوست بنانے کے اصول پر قائم رہا۔ وہ خوش اخلاق اور نیک دل آدمی تھا۔ جلال الدین خلجی نے تخت پر بیٹھتے ہی اُمرا، خلجی اور بلبن خاندان کے افراد کو خوب فائدہ پہنچایا۔ سلطان جلال الدین فیروز خلجی نے خلجی خاندان کی حکومت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کیا۔ یہ خاندان تقریباً تیس سال حکمران رہا۔

ملک چھجو کی بغاوت:

جلال الدین فیروز خلجی کی تخت نشینی کے دوسرے سال مانک پور کے گورنر ملک چھجو نے بغاوت کر کے خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ وہ دہلی پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اُس نے اودھ کے گورنر ملک قائم خاں کو بھی ساتھ ملا لیا اور دہلی کی طرف بڑھنے لگا۔ تمام خلجی دشمن طاقتیں اور ہندو راجے بھی اس کے ساتھ مل گئے۔ جلال الدین نے اپنے بیٹے کو ان کے مقابلے کے لیے بھیجا جس نے بدایوں کے قریب ملک چھجو کو شکست دے کر گرفتار کر لیا اور ساتھیوں سمیت سلطان کے سامنے پیش کیا۔ سلطان نے اُسے معاف کر دیا۔

راجپوتوں کے خلاف مہم:

جلال الدین کی نرمی کی وجہ سے راجپوت سر اٹھانے لگے۔ مالوہ، رنتھمبور اور اجین کے ہندو راجے خود سر ہو گئے اور انھوں نے حکومت کے خلاف بغاوت کر دی۔ سلطان جلال الدین نے 1290ء میں رنتھمبور کی مہم کی قیادت خود کی۔ رنتھمبور کے راجا نے شدید مزاحمت کی تو سلطان واپس لوٹ آیا۔ اُسے 1292ء میں متعدد مہمات میں مصروف رہنا پڑا۔

منگول حملہ:

منگولوں نے ہندوستان پر زبردست حملہ کیا۔ دونوں فوجوں میں زبردست جنگ ہوئی جس میں منگولوں کو شکست ہوئی۔ بہت سے منگولوں نے اسلام بھی قبول کر لیا۔

علاؤالدین کی مہمات:

علاؤالدین، جلال الدین خلجی کا بھتیجا اور داماد تھا۔ سلطان نے مالوہ کی فتح کے بعد اسے اودھ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ علاؤالدین نے 1294ء میں دیوگری کا محاصرہ کر لیا۔ حاکم دیوگری نے صلح کی درخواست کی۔ علاؤالدین کو بہت سی دولت بھی ہاتھ لگی جس میں سونا، چاندی، موتی اور ہیرے شامل تھے۔ اس مہم نے سلاطین دہلی کے لئے دکن کا دروازہ کھول

دیا۔ اسی دوران بعض وجوہات کی بنا پر بادشاہ اور علاؤالدین میں اختلافات پیدا ہو گئے۔

علاؤالدین بے شمار دولت لے کر واپس کڑہ آیا۔ جلال الدین اپنے بھتیجے کو تنہائی میں ملاتا کہ اختلافات کو دور کیا جا سکے۔ علاء الدین نے ایک سازش کے ذریعے بادشاہ کو قتل کروا دیا۔



علاؤالدین خلجی

(ii) سلطان علاؤالدین خلجی: (1296ء تا 1316ء)

سلطان علاؤالدین اگرچہ زیادہ پڑھا لکھا آدمی نہ تھا مگر بہترین حکمرانی اور سپہ سالاری کے جوہر خداداد تھے۔ سلطان علاؤالدین خلجی اپنے چچا جلال الدین خلجی کی وفات کے بعد 1296ء میں دہلی کے تخت پر بیٹھا تو منگولوں کے حملوں میں تیزی اور شدت آ گئی اور وہ دہلی تک جا پہنچے۔ اُس وقت دہلی سازشوں اور انتشار کا مرکز بن چکا تھا۔ باج گزار ریاستوں نے خراج دینا بند کر دیا۔ غیر ملکی حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کے لیے فوج بہت قلیل تھی۔ اس نازک مرحلے میں علاؤالدین نے اندرونی اور بیرونی چیلنجوں کا مقابلہ کیا اور خود کو ایک عظیم جرنیل اور منتظم ثابت کیا۔ اُس نے اپنے طویل دور میں نہ صرف اپنی سلطنت کا دفاع مضبوط کیا بلکہ مسلم اقتدار کو وسیع اور مضبوط بنایا۔



دکن کی فتوحات:

دیوگری کی فتح

مارچ 1307ء میں علاؤالدین خلجی نے ملک کافور کی قیادت میں فوج روانہ کی۔ ملک کافور کو زیادہ مزاحمت نہ کرنی پڑی اور جلد ہی دیوگری کے راجا نے امن کی درخواست کی۔ راجا کو گرفتار کر کے سلطان کے پاس بھیج دیا گیا۔ سلطان نے اس سے اچھا سلوک کیا اور باقاعدگی سے خراج کی ادائیگی کے وعدہ پر اسے دوبارہ دیوگری کا حاکم بنا دیا گیا۔

وارنگل کی فتح

سلطان نے وارنگل کی فتح کے لیے 1303ء میں ایک مہم روانہ کی مگر وہ ناکام ہو گئی۔ چنانچہ علاؤالدین نے مناسب تیاری کی اور 1309ء میں دوبارہ وارنگل کی فتح کے لئے قلعہ

کا محاصرہ کرلیا گیا۔ راجا پرتاب کو شکست ہوئی اور اس نے سلطان کو باقاعدگی سے خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ راجا نے سلطان کو ایک سو ہاتھی اور بے شمار دولت پیش کی۔

دوار سمدرا کی فتح

ملک کافور نے نومبر 1310ء کو دوار سمدرا کا محاصرہ کرلیا۔ وہاں کے راجا ویر بلال نے مقابلہ کیا مگر شکست کھا کر اور سلطان کی اطاعت قبول کرلی۔ راجا نے کافی رقم، جواہرات، سونا اور 36 ہاتھی ملک کافور کو پیش کیے اور ملک کافور نے یہ سب کچھ سلطان کو بھیج دیا۔

ملک کافور نے دوار سمدرا کی فتح کے بعد پانڈے کی طرف پیش قدمی کی۔ ملک کافور کے آنے کی خبر سن کر پانڈے بھاگ گیا۔ اُس کے بھائی سندر پانڈے نے سلطان کی اطاعت قبول کرلی۔ پانڈے کے حکمران محمد بن تغلق کے دور تک دہلی سلطنت کے باجگزار رہے۔

علاؤالدین کی دکن پالیسی اس کی ذہانت اور دور اندیشی کا بڑا ثبوت ہے۔ اس نے دکن کی دولت کا فائدہ اٹھایا اور راجاؤں کو مطیع کیا۔ اُس نے اس حقیقت کو سمجھ لیا کہ دکن کی دوری اور موسمی حالات کی وجہ سے اس کو اپنی سلطنت کا حصہ نہیں بنایا جاسکتا۔ وہاں مسلمانوں کی آبادی نہ ہونے کی وجہ سے بھی، ان علاقوں پر موثر کنٹرول نہیں رکھا جاسکتا تھا۔

سلطان ان خوش حال ریاستوں کی دولت کو اپنی سلطنت کے استحکام کے لیے استعمال کرنا چاہتا تھا۔ اس نے 1312ء تک دیوگری سمیت دکن کی تمام ریاستوں کو اپنا باجگزار بنالیا۔ دکن کی چار ریاستوں کے علاوہ چند چھوٹی چھوٹی ریاستیں بھی شامل تھیں جو زیرِ نگین کر لی گئیں۔ سلطان پہلا مسلمان حکمران تھا جس نے جنوبی ہندوستان کی طرف فوجی مہمات روانہ کیں۔

منگول حملے:

علاؤالدین کے تخت نشین ہونے کے بعد منگولوں نے دہلی پر حملہ کردیا۔ علاؤالدین کے بھائیوں الغ خاں اور ظفر خاں نے ان کو شکست دی۔ 1297ء میں منگول دوبارہ دہلی کے قریب ایک قلعہ پر قابض ہوگئے۔ ظفر خاں نے جوابی حملہ کر کے اُن سے قلعہ واپس لے لیا۔ 1299ء میں تیسری بار منگولوں نے دہلی کا محاصرہ کرلیا۔ علاؤالدین اور ظفر خاں نے منگولوں کو بھاگنے پر مجبور کردیا۔ 1303ء منگول پھر حملہ آور ہوئے لیکن ناکام رہے۔ سلطان نے منگولوں کے حوصلے پست کرنے کے لیے اُن کے ٹھکانوں پر خود بھی حملے کرنے شروع کردیے۔ علاؤالدین کی جارحانہ پالیسی کی وجہ سے منگول اپنے

دفاع پر مجبور ہو گئے۔ منگول برصغیر کے بجائے دوسرے علاقوں کی طرف چلے گئے۔ سلطان نے منگولوں کے حملوں کو روکنے کے لیے سرحدوں پر نئے قلعے تعمیر کیے۔ سلطان نے سرحدی چوکیوں پر تربیت یافتہ فوج مقرر کی۔ اسلحہ سازی کے نئے کارخانے لگائے گئے۔ فوج کو جدید اسلحہ سے لیس کیا گیا۔ سلطان کی منگول پالیسی بے حد کامیاب ثابت ہوئی۔

معاشی نظام:


علاؤالدین خلجی کے زمانے کے سکے

علاؤالدین عوام کا خیر خواہ تھا۔ اس نے جو معاشی نظام متعارف کرایا اس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

علاؤالدین خلجی نے ملک میں بے شمار معاشی اصلاحات نافذ کیں جن سے نہ صرف اشیائے صرف سستی ہوگئیں، بلکہ یہ بازار میں بہت زیادہ مقدار میں دستیاب ہوگئیں۔ ان اصلاحات کی بنیاد پر علاؤالدین کو ایک عظیم ماہرِ معاشیات کا خطاب دیا گیا۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے ہندوستان میں راشن بندی کا نہایت کامیاب انتظام کیا، نہ کسی چیز کی کمی ہوئی اور نہ کسی چیز کی قیمت میں ایک روپیہ کا اضافہ ہوا۔

اُس نے مالیہ کے نظام میں اہم اصلاحات کیں تاکہ حکومت کی آمدنی کو بڑھایا جاسکے۔ اس نے سب سے ٹیکس وصول کیے۔ زائد قیمت وصول کرنے والے تاجروں کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ اشیائے ضرورت کی کم یابی کی صورت میں اُن کی حسب ضرورت راشن بندی اور تقسیم کا بندوبست کیا گیا۔ خفیہ پولیس کے ذریعے منڈیوں اور بازاروں میں نرخوں پر کڑی نگرانی کی جاتی۔ ناجائز منافع خوری اور منڈیوں سے متعلقہ دیگر جرائم کے خاتمہ کے لیے سخت سزائیں مقرر کی گئیں۔ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو کڑی سزائیں دی جاتی تھیں۔ مقرر شدہ قیمتوں کی فہرستیں آویزاں کی جاتیں تاکہ دکان دار زیادہ قیمتیں وصول نہ کرسکیں۔ سرکاری ملازمین کی تنخواہیں بڑھادی گئیں اور وافر وسائل پیدا کیے جس سے سرکاری خزانے میں قابل ذکر اضافہ ہوا۔ امرا کے لیے جاگیروں کی جگہ تنخواہیں مقرر کیں۔ ہندوستان کے چند بڑے بادشاہوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔

(iii) سلطان مبارک شاہ خلجی (1317ء تا 1320)

مبارک شاہ خلجی، خلجی خاندان کے آخری بادشاہوں میں سے تھا۔ علاؤالدین خلجی نے اپنے پانچ سالہ بیٹے شہاب الدین کا اپنا جانشین مقرر کیا۔ مبارک شاہ خلجی کو چھوٹے بھائی کا نگرانِ اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ اُس نے نگران اعلیٰ بننے کے بعد اپنے بھائی کو اندھا کر کے اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ عوام اس کے سخت خلاف ہو گئے لیکن مبارک شاہ نے عقل مندی سے

انھیں مطمئن کر دیا۔ کچھ عرصہ اس نے دانش مندی کا ثبوت دیا اور حکومت کو بہتر انداز سے چلایا لیکن جلد ہی عیش وعشرت میں پڑ گیا۔ اس نے خسرو خاں کو اپنا مشیر مقرر کیا جس سے عوام سخت نفرت کا اظہار کرنے لگے۔ مبارک شاہ نے اپنے باپ کے قائم کیے ہوئے نظامِ سلطنت کو درہم برہم کر دیا۔ خسرو خاں نے ایک سازش کر کے مبارک شاہ کو ختم کر دیا اور اقتدار خود سنبھال لیا۔ اسی طرح خلجیوں کا تیس سالہ دور ختم ہو گیا۔

خاندانِ تغلق

(1321ء تا 1414ء)

تغلق، ترک قوم سے تعلق رکھتے تھے جو ترکستان کے پہاڑی علاقوں میں رہتے تھے۔ ہندوستان میں تغلق خاندان کا بانی غازی ملک تھا جو بعد میں غیاث الدین کے لقب سے مشہور ہوا۔ ان دنوں سندھ میں علاؤ الدین خلجی کا بھائی الغ خاں حاکم تھا۔ اُس نے اسے فوج میں بھرتی کر لیا۔ وہ اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے اعلیٰ عہدوں تک پہنچ گیا۔ علاؤ الدین خلجی نے اُسے منگولوں کے خلاف مہمات کا انچارج مقرر کیا۔ اُس نے اپنی جارحانہ پالیسی کے ذریعے لوگوں کو منگولوں کے حملوں سے نجات دلائی۔ اس طرح وہ عوام کی نظروں میں مقبول ہو گیا۔



غیاث الدین تغلق کے دور کا سکہ

(i) سلطان غیاث الدین تغلق (1320ء تا 1325ء)

خسرو خاں نے خلجی خاندان کا خاتمہ کر کے اقتدار خود حاصل کر لیا تھا۔ اُس نے اقتدار سنبھالتے ہی ہندوؤں کو اہم عہدوں پر فائز کرنا شروع کر دیا۔ ان حالات میں مسلمانوں نے غازی ملک (غیاث الدین تغلق) کو دعوت دی کہ وہ خسرو کو ہٹا کر خود اقتدار سنبھال لے۔ غازی ملک نے 1320ء میں دہلی پر قبضہ کر کے خسرو خاں کو ختم کر دیا اور غیاث الدین تغلق کے لقب سے دہلی کا سلطان بنا۔ اس نے اپنے نام کا خطبہ اور سکّہ جاری کیا۔

جب سلطان غیاث الدین تغلق کو حکومت ملی تو سلطنت اندرونی اور بیرونی سازشوں کا شکار ہو چکی تھی۔ نااہل حکمرانوں کی وجہ سے ملک کا خزانہ خالی ہو چکا تھا۔ حکومت کا رعب اور دبدبہ بھی قائم نہ رہا۔ صوبے خود مختاری کی طرف گامزن تھے۔ ان حالات میں غیاث الدین تغلق نے دانش مندی سے سلطنت کو استحکام بخشا۔ اس نے غدّاروں کو عبرت ناک سزائیں دیں۔

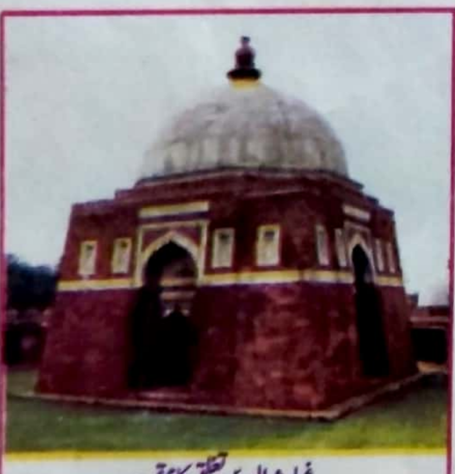
فتوحات

دکن

دکن میں وارنگل کے راجا نے اپنی قوت بڑھانے کے بعد دہلی کی حکومت کو خراج دینا بند کر دیا۔ چنانچہ سلطان نے 1321ء میں راجا کو سزا دینے کے لیے اپنے لڑکے جونا خاں کو بھیجا۔ جونا خاں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا مگر وہ زیادہ دیر تک محاصرہ جاری نہ رکھ سکا۔ سلطان نے حکومت کے تیسرے سال ایک بار پھر جونا خاں کی قیادت میں دکن کی طرف ایک مہم روانہ کی۔ اس بار جونا خان کو کامیابی حاصل ہوئی۔ فتح کے بعد وارنگل کا نام سلطان پور رکھ دیا گیا۔

بنگال

1318ء میں شمس الدین فیروز شاہ کی وفات کے بعد بنگال میں اس کے بیٹوں کے درمیان اقتدار کی زبردست کشمکش شروع ہوگئی۔ سلطان غیاث الدین تغلق خود فوج لے کر بنگال کی طرف گیا۔ وہ 1324ء میں لکھنوتی پہنچ گیا اور وہاں کے راجا کو شکست دے کر گرفتار کر کے دہلی بھیج دیا۔ شمس الدین فیروز کے بیٹے ناصر الدین کو تختِ بنگال پر بٹھا دیا جس نے سلطان کا اطاعت گزار رہنے کا وعدہ کیا۔ بنگال کے مشرقی حصہ کو سلطنتِ دہلی کا صوبہ بنا دیا گیا۔ اُس نے واپسی پر دیگر راجاؤں کو بھی اطاعت گزار بنایا۔ اس سال منگولوں نے شمالی ہند پر حملہ کیا مگر انھیں شکست ہوئی اور واپس لوٹ گئے۔


غیاث الدین تغلق کا مقبرہ

سلطان غیاث الدین کی اصلاحات

سلطان نے اپنے مختصر سے دورِ حکومت میں مفادِ عامہ کے بہت سے کام کیے۔ سلطان نے کاشت کاروں کی حوصلہ افزائی کی۔ اس نے حُکام کو کاشت کاروں سے زیادہ لگان نہ لینے کی ہدایت کی۔ سلطان نے تمام ناجائز ٹیکس معاف کر دیے۔ اس نے نہریں کھدوائیں اور بنجر زمینوں کو زیرِ کاشت لانے کی ہدایات جاری کیں۔ اس کے دور میں غلّے کے نرخ ارزاں تھے۔ سلطان نے دہلی کے قریب ایک نیا شہر ''تغلق آباد'' بسایا۔ اُس نے یہاں ایک قلعہ بھی بنوایا جہاں فوج متعین تھی تاکہ شمال مغرب سے آنے والے خطرات کا سدِ باب کیا جا سکے۔ سلطان نے فوج کی تنظیمِ نو بھی کی۔ اُس نے دیوانِ برید (محکمۂ ڈاک) کی اصلاح بھی کی تاکہ اس محکمے کو تیز رفتار بنایا جائے۔ اس نے جاگیروں کی تقسیم کے نظام کو بھی بدلا۔ سلطان نے ملک میں امن وامان قائم کیا۔ جس سے لوٹ مار اور جرائم کا خاتمہ ہوگیا۔ درباری محفلیں ختم کر دی گئیں۔ شراب نوشی ممنوع قرار دے دی گئی۔ سلطان نے

ہندوؤں کے ساتھ بھی نہایت اچھا سلوک کیا۔ سلطان ایک بہترین منتظم اور عادل حکمران تھا۔ اس کے زمانے میں سلطنت کی سرحدیں جنوبی ہند میں دریائے نربدہ تک پہنچ گئی تھیں۔ اس دور میں دکن باجگزار ریاست بن گئی اور بنگال بھی فتح ہوا۔ سلطان کی وفات 1325ء میں بنگال سے واپسی پر ہوئی۔

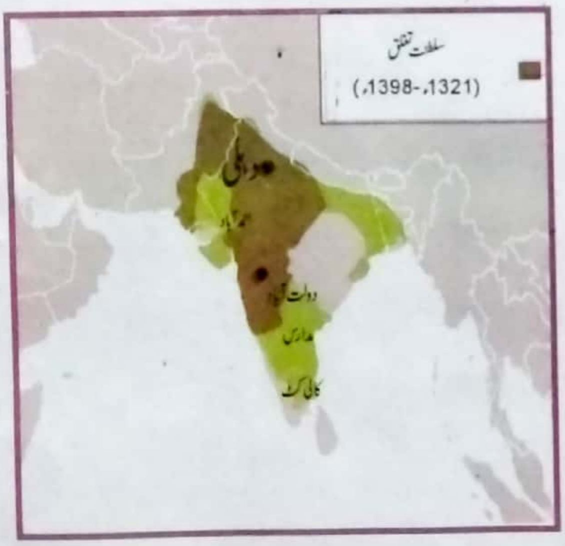
(ii) سلطان محمد تغلق (1325ء تا 1351ء)



سلطان محمد شاہ تغلق

غیاث الدین تغلق کی وفات کے بعد اُس کا بڑا بیٹا جونا خاں، ''سلطان محمد شاہ تغلق'' کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ اس کی سلطنت بہت وسیع تھی جو 23 صوبوں پر مشتمل تھی۔ بعض صوبے مرکز سے بہت دور تھے جن کا انتظام مؤثر طریقے سے چلانا مشکل تھا۔ محمد تغلق کے دور میں بہت سی فوجی مہمات کامیاب نہ ہو سکیں۔ خاندیش، گجرات، بنگال، مالوہ، جونپور، بنگال اور کچھ دیگر علاقے آزاد ہو گئے۔

سلطان نے تخت نشین ہوتے ہی پورے ملک میں مالیہ کے نظام کو منظم کیا۔ ملک کے ہر حصّے کی جمع بندی کی۔ اُس نے ایسے اقدامات اٹھائے جن سے سرکاری آمدن میں اضافہ ہوا۔ دوآبہ کا خطہ پیداوار کے لحاظ سے زرخیز تھا۔ سلطان نے دوآبہ کے مالیہ میں اضافہ کر دیا تاکہ شاہی خزانے کو بھرا جا سکے۔ کاشت کاروں نے مالیے میں اضافے سے تنگ آ کر کھلم کھلا بغاوت کر دی اور ان کی اکثریت سلطان کے خلاف ہو گئی۔



دارالحکومت کی تبدیلی

محمد شاہ تغلق نے اپنا دارالحکومت دہلی سے دکن میں دیوگری منتقل کرنے کا فیصلہ کیا۔ جس کا نام ''دولت آباد'' رکھا گیا۔ اس کا مقصد وسیع و عریض سلطنت کا نظام اچھے طریقے سے چلانا تھا۔ عوام نے اس تبدیلی کو پسند نہ کیا۔ ذرائع آمد و رفت کے ناقص ہونے کی وجہ سے سفر کی صعوبتوں سے بہت سے لوگ مر گئے۔ لوگوں کو دولت آباد کی آب و ہوا بھی اچھی نہ لگی۔ سلطان نے آٹھ سال بعد رعایا کو واپسی کا حکم دیا۔ اس طرح آنے اور جانے سے کافی جانی اور مالی نقصان ہوا جس سے لوگ سلطان کے خلاف ہو گئے۔

علامتی سکوں کا اجرا



علامتی سکہ

سلطان نے علامتی سکّے جاری کیے اور حکم دیا کہ ان سکّوں کو چاندی کے برابر سمجھا جائے۔ نئے سکّوں کے اِجرا سے بے شمار جعلی سکّے بھی بننا شروع ہو گئے جس سے ملک کی اقتصادی حالت تباہ ہو گئی۔ سرکاری سکّوں کے استعمال پر عوام کو اعتماد نہ رہا۔ محمد تغلق نے تجربہ ناکام ہونے پر علامتی سکّوں کا اِجرا بند کر دیا۔ اُس نے تانبے کے سکّوں کو چاندی کے سکّوں میں تبدیل کرنے کا حکم دے دیا۔ لوگوں نے جعلی سکّے دے کر چاندی کے سکّے حاصل کر لیے جس سے سرکاری خزانے کو بہت خسارہ ہوا اور ملک کی تجارت پر بھی ناخوش گوار اثر پڑا۔ سلطان کے نئے نئے منصوبے عوام کی سمجھ میں نہ آئے اور تمام اقدامات ناکام ہو گئے۔ سلطان کا خراسان پر حملہ اور قراچل کی مہم بھی ناکام رہی۔ سلطان نے 1351ء میں وفات پائی۔



سلطان فیروز شاہ تغلق

(iii) سلطان فیروز شاہ تغلق (1351ء تا 1388ء):

سلطان محمد تغلق کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ سلطان نے اپنی زندگی میں ہی اپنے چچا زاد بھائی، فیروز شاہ تغلق کو اپنا جانشین نامزد کر دیا تھا۔ سلطان فیروز شاہ تغلق ایک سادہ انسان تھا۔ وہ ایک امن پسند شخص تھا۔

مالی اصلاحات

فیروز شاہ تغلق نے امورِ سلطنت سنبھالنے کے بعد سب سے پہلے نظامِ مالیات کی طرف توجہ دی۔ اس نے مالیات کو نئے سرے سے مرتب کیا۔ اس نے زرعی محصولات کا تخمینہ بھی تیار کیا۔ اس نے کاشت کاروں کے تمام قرضے معاف کر دیے۔ تجارت، کپڑا، غلّہ، جانوروں اور مچھلیوں کی فروخت پر تمام محصولات ختم کر دیے۔ سرکاری لگان میں نمایاں کمی کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ بنجر زمینیں آباد کرنے لگے۔

عدالتی اصلاحات

اس نے کئی ظالمانہ سزائیں مثلاً ہاتھ، پاؤں، ناک کاٹنا اور آنکھیں نکلوا دینا وغیرہ منسوخ کر دیں۔ انصاف فراہم کرنے کے لیے ملک بھر میں قاضیوں کا تقرر عمل میں لایا گیا جو اسلامی قوانین کے مطابق فیصلے سناتے تھے۔ ہندوؤں کے

مقدمات کا فیصلہ ان کے مذہبی قوانین کے تحت کیا جاتا تھا۔

فوجی اصلاحات

سلطان فیروز شاہ تغلق نے جاگیرداروں اور صوبائی گورنروں کو ایک مخصوص تعداد میں فوج رکھنے اور اس کی تربیت کرنے کی ذمہ داری سونپی۔ سلطان نے فوج کے عہدوں کو موروثی بنادیا۔ ان اصلاحات سے فوج کے نظم و نسق اور تربیت کا معیار گر گیا۔

جاگیرداری نظام

فیروز شاہ تغلق نے جاگیرداری نظام کو نئے سرے سے رائج کر دیا۔ اُمرا کو معاملاتِ حکومت میں شامل کیا۔ انھیں بڑی بڑی جاگیریں عطا کیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ محمد تغلق کے ختم کیے ہوئے جاگیرداری نظام کی خرابیاں دوبارہ رونما ہونے لگیں۔

علم وادب

سلطان نے علم وادب کی بھرپور سرپرستی کی۔ اس کے دور میں تاریخ اور ادب پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ اس کے دور میں ضیاء الدین برنی نے ''تاریخ فیروز شاہی'' تحریر کی۔ فیروز شاہ تغلق کو نگرکوٹ کی فتح کے بعد وہاں سے تین سو کے قریب سنسکرت کی کتابیں ملیں۔ اس نے ان کتابوں کے فارسی میں تراجم کرائے۔

زراعت کی ترقی

سلطان نے زراعت کی ترقی کے لیے نظامِ آبپاشی کو بہتر بنایا۔ سلطان کے خصوصی فرمان کے تحت آبپاشی کے لیے چار نہریں کھدوائی گئیں۔ دیپال پور اور ملتان کے علاقوں کے لیے بھی نہریں کھدوائیں جس سے بنجر زمینیں آباد ہو گئیں۔ اُس نے سینکڑوں باغات لگوائے جس سے پھلوں کی پیداوار میں اضافہ ہوا۔ سلطان کے ان اقدامات سے ملکی پیداوار بڑھی جس کی وجہ سے رعایا خوش حال ہوگئی۔ سلطان نے بہت سی نئی بستیاں اور شہر بسائے۔ سلطان فیروز شاہ نے جونپور، فتح آباد، حصار، فیروزہ اور فیروز پور کے شہر بسائے۔ بنگال کی مہم کے دوران پانڈو کو ''فیروز آباد'' کا نام دیا۔

سلطان نے ملک میں 36 کارخانے لگوائے جن میں کپڑا اور دوسری روز مرہ استعمال کی چیزیں تیار ہوتی تھیں۔ فوجی ضروریات کے لیے اسلحہ سازی کے کارخانے قائم کیے۔ کارخانوں میں قالین، گدے اور ادویات تیار کی جاتی تھیں۔ موم بتی اور برتن بنانے کے کارخانے بھی لگائے گئے۔



سلطان نے نہایت عمدہ اور خالص سکے تیار کروائے۔اس نے دو نئے سکوں کا اجراء بھی کیا جو تانبے اور چاندی کی آمیزش سے تیار ہوتے تھے۔

رعایا پروری

فیروز تغلق اپنی رعایا کا خاص خیال رکھتا تھا۔اس دور میں لوگ خوش حال تھے۔اس نے متعدد رفاہی کام کیے۔ بیوہ عورتوں، معذوروں اور غریبوں کے لیے وظائف مقرر کیے۔غریب لڑکیوں کی شادی ''دیوانِ خیرات'' سے کی جاتی تھی۔بے روزگاروں کی فہرست مرتب کی جاتی اور اُن کو روزگار مہیا کیے جاتے۔پڑھے لکھے افراد کو کارخانوں میں ملازمت دی جاتی۔غلاموں کی پرورش بھی کی جاتی۔سلطان نے بہت سے شفاخانے قائم کیے جہاں مریضوں کا مفت علاج ہوتا تھا۔سلطان نے خوف ناک سزائیں دینا بند کر دیں،صرف وہی سزائیں دی جاتیں جو اسلام کے مطابق تھیں۔

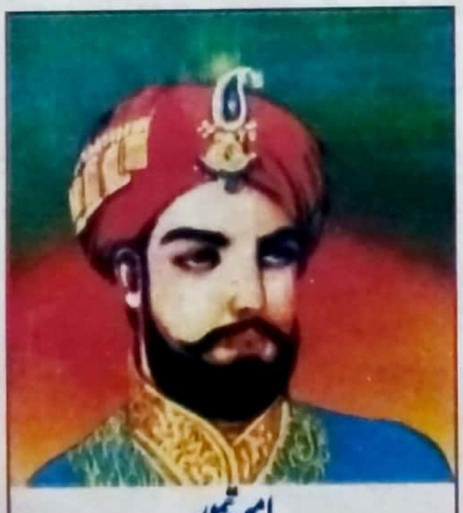
تعمیرات



فیروز شاہ تغلق کا مقبرہ

سلطان نے ویران مسجدوں کو آباد کیا اور نئی مساجد بھی بنوائیں۔اُس نے محلات، سرائیں، پل، مینار، تالاب اور کنویں بھی کھدوائے۔اس نے فیروز آباد، فتح آباد اور جون پور شہر آباد کیے۔اس نے جلال الدین خلجی کا مقبرہ بنوایا۔ حضرت نظامِ الدین اولیاؒ کے مزار کی بھی مرمت کرائی۔فیروز شاہ تغلق نے کاری گروں کی سرپرستی بھی کی۔سلطان نے 1388ء میں وفات پائی اور فیروز آباد میں دفن ہوا۔

امیر تیمور کا حملہ (1398ء)



امیر تیمور

امیر تیمور ابتداء میں صرف سمرقند کا حکمران تھا۔مگر اپنی ذہانت اور بہادری کے بل بوتے پر اس نے افغانستان، ایران، عراق، ہندوستان اور روس کے کچھ علاقے فتح کر لیے۔ٹانگ زخمی ہو جانے کے باعث وہ تھوڑا سا لنگڑا کر چلتا تھا، اس لیے اس کو تیمور لنگ بھی کہا جاتا ہے۔

امیر تیمور سمرقند میں پیدا ہوا۔اس کا والد ایک ترک سردار تھا۔امیر تیمور اپنے باپ کی وفات کے بعد سمرقند کے تخت پر بیٹھا۔فیروز تغلق کی وفات کے بعد ہندوستان میں سیاسی انتشار اور افراتفری

پھیل گئی۔ مرکز اور صوبوں میں ہم آہنگی ختم ہوگئی۔ دہلی میں محمود تغلق اور فیروز آباد میں نصرت خاں حکمران بن گئے۔ گجرات اور مالوہ بھی خود مختار ہو چکے تھے۔ دکن اور بنگال پہلے ہی الگ ہو چکے تھے۔ امیر تیمور نے اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور ہندوستان کی فتح کا منصوبہ بنایا۔ اس نے لاہور، ملتان، دیپال پور، اُچ اور پاک پتن کو آسانی سے فتح کر لیا۔ اس کے بعد امیر تیمور نے دہلی کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس کی فوج دہلی کی طرف بڑھی۔ محمود تغلق کی فوج امیر تیمور کے لشکر کا مقابلہ نہ کر سکی۔ امیر تیمور بطور فاتح دہلی میں داخل ہوا۔ بعد میں وہ کابل سے ہوتا ہوا 1399ء میں سمرقند واپس پہنچ گیا۔

امیر تیمور نے واپسی پر سیّد خضر خاں کو لاہور، ملتان اور دیپال پور کا گورنر مقرر کیا۔ 1413ء میں تغلق سلطنت کے زوال کے بعد دہلی کے امرا نے اقتدار دولت خان لودھی کے سپرد کر دیا مگر وہ زیادہ دیر تک تختِ دہلی پر اپنا قبضہ برقرار نہ رکھ سکا۔ 1414ء میں ملتان کے گورنر خضر خاں نے دہلی پر فوج کشی کر کے دولت خاں کو شکست دی اور 1414ء میں سیّد خاندان کی حکومت کی بنیاد رکھی جو کہ 1414ء سے 1451ء تک قائم رہی لیکن وہ اپنی سلطنت کو استحکام نہ بخش سکا۔ اس طرح لودھیوں نے دہلی کی حکومت پر قبضہ کر لیا۔

حملوں کے اثرات

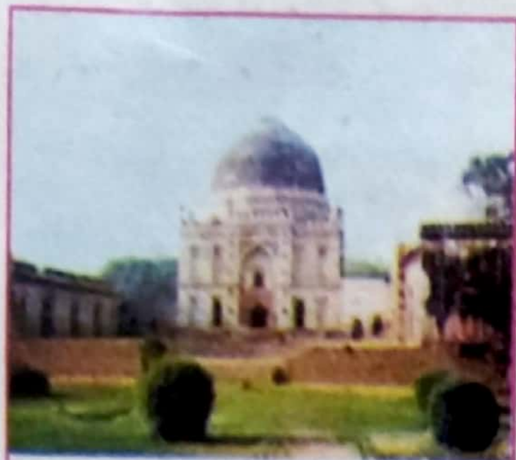
امیر تیمور کے حملوں کے باعث دہلی کی سلطنت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہوگئی۔ جون پور، بنگال، گجرات اور پنجاب نے خود مختاری حاصل کر لی۔ امیر تیمور ان علاقوں کی تمام دولت سمیٹ کر لے گیا۔ لاکھوں بے گناہ افراد مارے گئے۔ امیر تیمور جن علاقوں سے گزرا وہاں کے شہروں اور فصلوں کو برباد کرتا چلا گیا۔ اس کی واپسی کے بعد ایک زبردست قحط رونما ہوا جس سے ہزاروں لوگ بھوکے مر گئے۔ لوگوں میں بے چینی اور بدامنی پھیل گئی جس سے ملک کی امن وامان کی صورتِ حال خراب ہوگئی۔ تیمور کے حملے کے بعد دہلی کا شہر ویران ہوگیا۔ ہندوستان کی صنعتی ترقی رک گئی۔ جس سے معیشت کو زبردست نقصان ہوا۔ سلطنتِ دہلی پر ایک کاری ضرب لگی اور تغلق خاندان کا رہا سہا وقار ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا۔

لودھی خاندان کی حکومت

(1451ءتا1526ء)

سادات خاندان کے بعد لودھی خاندان کو عروج حاصل ہوا۔ لودھی پٹھان، تغلق بادشاہوں کے زمانے میں شمالی ہندوستان کے اکثر علاقوں میں آباد ہو گئے تھے۔ یہ پیشے کے اعتبار سے تاجر تھے۔ لودھیوں میں اکثر نے ہندوستان میں فوجی ملازمت اختیار کی اور یہاں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ بہلول لودھی اس خاندان کا سب سے پہلا حکمران بنا۔

سلطان بہلول لودھی (1451ء تا 1488ء)


بہلول لودھی کا مقبرہ

اسلام خاں، بہلول لودھی کا چچا تھا اور سر ہند کا گورنر تھا۔ اسلام خاں نے اپنے بھتیجے کی تربیت خود کی۔ سلطان اپنے چچا کی وفات کے بعد سر ہند کا گورنر بنا۔ سیّد خاندان کے آخری بادشاہ کے وزیر نے بہلول لودھی کو دہلی کا تخت حاصل کرنے کے لیے دعوت دی۔ جب وہ دہلی پہنچا تو بادشاہ نے اقتدار اس کے حوالے کر دیا۔ جب بہلول لودھی نے عنانِ حکومت سنبھالی تو اس وقت دہلی کی حکومت محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ اس نے حکومت حاصل کرنے کے بعد باغی اُمرا اور جاگیرداروں کو کچل کر رکھ دیا۔ اپنے مخالفوں کو بھی راستے سے ہٹا دیا۔ اُس نے افغاں اُمرا کی مدد حاصل کرنے کے لیے اُنھیں بہت سی جاگیریں اور مراعات عطا کیں۔ اس نے میواڑ، جون پور اور گوالیار کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ اُس نے سر ہند میں بغاوت کو ختم کیا۔ اس طرح سلطنتِ دہلی کی عظمت بحال ہو گئی۔ اُس نے راجپوت سرداروں کو بھی اعلیٰ عہدے دیے۔ وہ ہندو رعایا کا بھی خیال رکھتا تھا۔

سکندر لودھی (1488ء تا 1518ء)

بہلول لودھی کی وفات کے بعد اُمرا نے اُس کے بیٹے سکندر لودھی کو 1489ء میں تخت پر بٹھایا۔ باپ نے اسے اپنی زندگی میں ہی جانشین نامزد کر دیا تھا۔ سکندر لودھی نے ''سکندر شاہ'' کا لقب اختیار کیا۔ اُس نے اپنی سلطنت کی حدود میں اضافہ کیا۔ اُس نے مخالف قوتوں کو بھی اپنے راستے سے ہٹایا۔

سلطنت کے انتظامی ڈھانچے کو نئے سرے سے منظّم کرنا ایک بہت مشکل کام تھا لیکن سلطان نے بہترین حکمت عملی اور مستقل مزاجی سے ان مشکلات پر قابو پا لیا۔ اُس نے سلطنت کی حدود میں اضافہ کیا۔

سلطان نے اُمرا اور گورنروں کو دبانے کے بجائے تعاون کی پالیسی اختیار کی۔ سلطان نے آگرہ کا نیا شہر بسایا اور اسے دارالحکومت بنایا۔ خوب صورت عمارتوں، رہائش گاہوں اور فوجی اڈوں کی وجہ سے آگرہ ایک عظیم الشان شہر بن گیا۔ اس شہر کی اہمیت کی وجہ سے مغلوں نے بھی اسے اپنا مرکز بنائے رکھا۔ سلطان نے عدل وانصاف کے لیے قاضی مقرر کیے اور غیر شرعی رسومات کا خاتمہ کیا۔ اُس نے مساجد اور غسل خانے بھی تعمیر کرائے۔ سکندر لودھی کو سلاطین لودھی میں سب سے عظیم حکمران سمجھا جاتا ہے۔

ابراہیم لودھی (1518ء تا 1526ء)



ابراہیم لودھی

ابراہیم لودھی اپنے باپ کی وفات کے بعد 1518ء میں بادشاہ بنا۔ سلطان ابراہیم لودھی نے اُمرا پر سخت پابندیاں لگانا شروع کر دیں جب کہ اس کے باپ نے دانش مندی سے ان کی قوّت کو کم کیا تھا۔ اُمرا پابندیوں کے سخت مخالف ہو گئے۔ سلطان نے اعظم ہمایوں اور اس کے بیٹے فتح خاں کو گوالیار کی مہم کی ناکامی کی پاداش میں قید کر دیا۔ اس کے بڑے بیٹے اسلام خاں نے ''کڑہ'' میں بغاوت کر دی جو جون پور تک پھیل گئی۔ سلطان ابراہیم نے اس بغاوت کو دبا دیا۔ وہ اپنے وزرا اور اُمرا پر بھی اعتماد نہیں کرتا تھا اور مشورہ کیے بغیر ایسی حرکتیں کرتا جو بادشاہوں کے لیے مناسب نہیں تھیں۔ سلطان ابراہیم کی سخت پالیسی کی وجہ سے اُمرا اور اس کے خاندان کے لوگ بھی اس کے خلاف ہو گئے۔ اس کا چچا عالم خاں تنگ آ کر افغانستان چلا گیا۔ دولت خان لودھی نے پنجاب میں خود مختاری کا اعلان کر دیا اور بابر کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔



ظہیرالدین بابر

بابر اُس وقت کابل کا حکمران تھا۔ وہ عرصہ دراز سے ہندوستان کو فتح کرنے کے لیے مناسب موقع کے انتظار میں تھا۔ بالآخر لودھی خاندان کے آخری حکمران ابراہیم لودھی کے دور میں اس کو یہ موقع مل گیا کیونکہ ابراہیم لودھی ایک مغرور اور ناعاقبت اندیش حکمران تھا۔ تمام امرا جلد از جلد اس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے تھے۔

بابر نے 1526ء میں دہلی پر حملہ کر دیا۔ ابراہیم لودھی ایک لاکھ فوج لے کر مقابلے کے لیے آیا۔ پانی پت کے میدان میں 1526ء کو ایک خون ریز معرکہ ہوا۔ بابر نے توپ خانے کا استعمال کیا۔ توپوں کے گولوں نے لودھی فوج کے ہاتھیوں میں افراتفری پھیلا دی۔ مغل فوج نے بھی بہادری کے جوہر دکھائے۔ ابراہیم لودھی اپنے ساتھیوں سمیت مارا گیا۔ اُس کی موت لودھی خاندان کے خاتمہ کا باعث بنی۔ بابر نے دہلی پر قبضہ کر کے مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی۔

لودھی خاندان کا ثقافتی ترقی میں کردار:

امیر تیمور ہندوستان سے واپسی پر کاری گروں کی ایک بہت بڑی تعداد اپنے ساتھ سمرقند لے گیا تھا جس کی وجہ

سے لودھی خاندان کے دور میں تعمیرات میں کوئی بڑی ترقی نہ ہو سکی۔ تاہم اس دور میں مسجدیں اور مقبرے تعمیر ہوئے۔

سکندر لودھی نے آگرہ اور دہلی کے قریب سکندر آباد کی بنیاد رکھی اور آگرہ کو ایک عظیم مرکز بنایا۔ سکندر لودھی نے سکندر آباد میں ایک جامع مسجد بھی تعمیر کرائی۔ سکندر لودھی کے مقبرے میں پہلی بار گنبد بنایا گیا۔ مربع شکل کی ایک خوب صورت عمارت بنائی گئی جس کا بیرونی حصہ تین منزلہ نظر آتا ہے۔ اس کے ساتھ ایک مسجد بھی بنائی گئی ہے۔ اس دور میں اسلامی فنِ تعمیر ایک نئے دور میں داخل ہوا۔



مقبرہ سکندر لودھی

سلطنت دہلی کے زوال کے اسباب

وسعت سلطنت:

تغلق خاندان کے زمانے میں سلطنت دہلی کی حدود بہت وسیع ہو چکی تھیں۔ اتنی وسیع سلطنت کا انتظام اور نگرانی کرنا بہت مشکل کام تھا۔ اس سے کمزور حکمرانوں کے دور میں بغاوتیں شروع ہوئیں۔ تغلق خاندان کے آخری حکمران کافی کمزور ثابت ہوئے جس کی وجہ سے مرکز سے دُور صوبوں نے خود مختاری کا اعلان کر دیا۔

تخت نشینی کے لیے رسّہ کشی:

سلاطین دہلی کے ہاں تخت نشینی کا کوئی اصول رائج نہ تھا۔ بادشاہ کی وفات کے بعد اقتدار کے لیے رسہ کشی شروع ہو جاتی۔ اس قسم کی کش مکش سلطنت کو کمزور کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

محمد تغلق کے منصوبے:

سلطان محمد تغلق کی اصلاحات اور جنگی مہمات نے ملک کی معاشی حالت کو کمزور کر دیا۔ لوگوں کے دلوں سے شاہی رعب اور دبدبہ ختم ہو گیا۔ ملک میں جگہ جگہ بغاوتیں ہونے لگیں۔

اُمرا و جاگیردار:

تغلق سلاطین خاص طور پر محمد تغلق نے غیر ملکی اُمرا کو بڑے بڑے عہدے اور جاگیریں بھی عطا کیں۔ ان امرا

کو غیر ملکی ہونے کی وجہ سے دہلی سلطنت سے کوئی دل چسپی نہیں تھی۔ اس طرح کمزور حکمرانوں کے دور میں آزاد اور خود مختار حکومتیں قائم ہوگئیں۔

فیروز شاہ تغلق کی نرم پالیسی:

فیروز شاہ تغلق کی نرم اور صلح جُو پالیسی بھی سلطنت کے زوال کا سبب بنی۔ اس کی نرمی نے مرکز سے علیحدگی کے رُجحان کو جنم دیا۔ اس نے دکن کی طرف کوئی فوجی مہم نہ بھیجی۔ سلطان شمالی ہند کی بغاوتوں کو بھی گرم جوشی سے نہ دبا سکا جس سے باغیوں کے حوصلے بڑھ گئے۔

غیر مسلم اقوام:

سلطنتِ دہلی کی زیادہ تر آبادی ہندوؤں پر مشتمل تھی جو مسلمانوں کو اجنبی تصور کرتے تھے۔ مسلمان حکمرانوں کی حکومت سے اُنھیں کوئی خاص ہمدردی اور دل چسپی نہ تھی۔ اس لیے وہ ہر وقت مسلمانوں سے آزاد ہونے کی فکر میں رہتے تھے۔ ہندو جاگیردار مالیہ ادا کرنے میں مختلف حیلوں بہانوں سے کام لیتے تھے۔ بعض اوقات وہ بغاوت پر بھی اُتر آتے تھے۔

فوجی تربیت کا فُقدان:

سلطنتِ دہلی اپنی رعایا کی فوجی تربیت نہ کرسکی۔ لوگ عیش و عشرت کے دل دادہ تھے جس سے فوجی جفاکشی ختم ہوگئی۔

افغانوں کی سرکشی:

افغانی شروع ہی سے کسی سلطان کی حکومت کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ سکندر لودھی کی وفات کے بعد یہ خود مختار ہو کر مرکز سے علیحدہ ہونے لگے۔

نااہل جانشین:

فیروز شاہ تغلق کے تمام جانشین نااہل اور عقل سے عاری تھے۔ وہ اپنی نااہلی کی وجہ سے اُمرا کے ہاتھوں بے بس ہوگئے تھے۔ فیروز شاہ تغلق نے اپنے اِستحکام کے لیے غلاموں کی ایک فوج تیار کی جو ملکی خزانہ پر بوجھ بنی رہی۔

امیر تیمور اور منگولوں کے حملے:

1398ء میں امیر تیمور کے حملوں نے ہندوستان کی مرکزیت کا شیرازہ بکھیر دیا اور دہلی کی سلطنت ختم ہو کر رہ گئی۔ منگولوں نے بھی متواتر حملے کر کے سلطنتِ دہلی کو کبھی چین نہ لینے دیا۔

ابراہیم لودھی کا کردار:

ابراہیم لودھی ایک سخت دل بادشاہ تھا۔ اُمرا اس کے خلاف ہو گئے اور کئی اُمرا نے بابر کو ہندوستان پر حملے کی دعوت دی جس سے سلطنتِ دہلی مغلوں کے قبضے میں چلی گئی۔

خود مختار ریاستوں کا قیام اور کردار

مغلوں کے ہندوستان پر حملہ کے وقت پورے ملک میں کوئی مرکزی حکومت موجود نہیں تھی۔ چھوٹی بڑی خود مختار ریاستیں قائم ہو چکی تھیں۔ ان میں چند اہم اور نمایاں ریاستوں کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

بنگال:

بنگال حسینی خاندان کے قبضہ میں تھا جو سلاطین دہلی کے دور سے ہی آزاد اور خود مختار چلا آ رہا تھا۔ اس خاندان کا بانی سیّد علاء الدین حسین شاہ تھا جو 1493ء تا 1519ء حکمران رہا۔ بنگال کی آزاد ریاست پونے دوسو سال تک قائم رہی۔ 1523ء میں بنگال پر نصرت شاہ حسین کی حکومت تھی۔

جونپور:

جونپور علم اور ادب کا مرکز تھا۔ فیروز شاہ تغلق نے 1360ء میں اس شہر کی بنیاد رکھی تھی۔ تغلق خاندان کے آخری دور میں خواجہ جہاں نے خاندان شرقی حکومت کی بنیاد 1394ء میں رکھی جو 80 سال تک قائم رہی۔ جونپور مسلمانوں کا مرکز بھی تھا۔ 1473ء میں بہلول لودھی نے جونپور کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ ابراہیم لودھی کے دورِ حکومت میں دریا خاں لوہانی نے یہاں خود مختار حکومت قائم کر لی۔

گجرات:

علاؤ الدین خلجی نے گجرات کی ریاست کو 1297ء میں فتح کر کے سلطنت دہلی میں شامل کر لیا تھا۔ 1396 میں وہاں کے گورنر مظفر خاں نے خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ ہندوستان پر بابر کے حملے کے وقت یہ علاقہ بہادر شاہ کے قبضہ

میں تھا۔ 1411ء میں احمد شاہ حکمران بنا جسے ہمایوں نے شکست دی۔

بہمنی سلطنت اور اس کی جانشین ریاستیں:

علاؤالدین بہمن نے 1347ء میں آزاد ریاست قائم کی ۔جس کا جانشین فیروز شاہ طاقت ور حکمران تھا۔ فیروز شاہ کے بعد اُس کے بھائی احمد نے وارنگل پر بھی قبضہ کرلیا۔ 1461ء میں احمد کا جانشین نوعمر ''محمد شاہ'' حکمران بنا۔ 1468ء سے 1481ء تک امیر محمود نے انتظامی امور چلائے۔امیر محمود ایک اچھا جرنیل اور عقل مند سیاست دان تھا۔اس نے ریاست کو خوب ترقی دی۔امیر محمود کے بعد ریاست میں کمزور حکمرانوں کی وجہ سے انتشار پھیل گیا۔ 1518ء کے بعد بہمنی ریاست مزید پانچ حصّوں میں بٹ گئی جس کے نتیجے میں احمد نگر، بیجاپور، برار، بیدر اور گولکنڈہ کی ریاستیں بن گئیں۔دیگر خود مختار ریاستوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

اڑیسہ:

یہ ریاست دہلی سے بہت دور واقع تھی۔اس ریاست پر ''گنگا خاندان'' کے راجپوت حکمران تھے۔یہ ریاست مسلمانوں کے دور حکومت میں آزاد رہی۔اکبر نے 1592ء میں اڑیسہ کی ریاست کو مغل سلطنت میں شامل کرلیا۔

خاندیش:

خاندیش پر فاروقی خاندان کی حکومت قائم تھی۔یہ ریاست 1601ء میں بابر کے حملہ کے وقت میراں محمد کے قبضے سے چلی گئی

وجیانگر کی ہندو ریاست:

یہ ہندو ریاست تھی جو 1336ء میں قائم ہوئی۔بابر کے حملے کے وقت یہاں ''کرشنا دیو'' حکمران تھا۔اس ریاست نے تین سو سال تک مسلمان حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔

راجپوتانہ کی ہندو ریاستیں:

یہ ریاستیں نہایت طاقت ور تھیں۔میواڑ میں رانا سانگا کی حکومت قائم تھی جسے تمام ریاستوں کے حکمران اپنا سربراہ تسلیم کرتے تھے۔اس نے کئی بار دہلی، گجرات اور مالوہ کے حکمرانوں کو شکست دی اور اب وہ دہلی کا بادشاہ بننے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ان ریاستوں میں امبر، گوالیار، اجمیر اور کالپی شامل تھیں۔

مشقی سوالات

-1 مندرجہ ذیل سوالات کے مفصل جوابات لکھیں:

(i) علاؤالدین خلجی کے معاشی نظام پر نوٹ لکھیں۔

(ii) سلطان محمد تغلق کے منصوبوں کا جائزہ لیں۔

(iii) سلطان فیروز تغلق نے نظامِ مالیات کی کس طرح اصلاح کی؟

(iv) امیر تیمور کا ہندوستان پر حملہ اور اس کے اثرات بیان کریں۔

(v) سلطنت دہلی کے زوال کے اسباب تحریر کریں۔

-2 ذیل میں ہر سوال کے چار جواب دیے گئے ہیں، درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:۔

(i) ہندوستان کے کون سے بادشاہ نے راشن بندی کی؟

(الف) قطب الدین ایبک (ب) التتمش (ج) علاؤالدین (د) محمد تغلق

(ii) "خلجی"، کس نسل سے تعلق رکھتے تھے؟

(الف) ترک (ب) افغان (ج) عرب (د) مغل

(iii) دارالسلطنت کو دہلی سے دولت آباد کس بادشاہ نے تبدیل کیا؟

(الف) جلال الدین خلجی (ب) علاؤالدین خلجی (ج) محمد تغلق (د) مبارک شاہ خلجی

(iv) ہندوستان سے جاتے وقت کون سا بادشاہ بڑے بڑے کاری گر اپنے ساتھ لے گیا؟

(الف) بابر (ب) امیر تیمور (ج) سلطان محمود غزنوی (د) علاؤالدین خلجی

-3 مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیں:

(i) علاؤالدین خلجی کون تھا؟ (ii) دارالحکومت کی تبدیلی کس بادشاہ نے کی؟

(iii) امیر تیمور کون تھا؟ (iv) بہلول لودھی کا تعلق کس قبیلے سے تھا؟

(v) دہلی سلطنت کے زوال کے کوئی سے دو اسباب لکھیں۔

4- کالم الف کو کالم ب سے اس طرح ملائیں کہ جملہ مکمل ہو جائے:۔

کالم الف	کالم ب
جلال الدین "خلجی"، خلجی خاندان کا	زرخیز تھا
خلجی خاندان تقریباً تیس سال	بانی تھا
علاؤالدین نے معاشی نظام	قوم سے تعلق رکھتے تھے
تغلق ترک	متعارف کرایا
دوآبہ کا خطہ پیداوار کے لحاظ سے	حکمران رہا

عملی سرگرمی

طلبا علاؤالدین خلجی کی سلطنت کے مفتوحہ علاقوں کو نقشہ پر دکھائیں۔

باب 5

سماجی اور ثقافتی ترقی

Socio-cultural Developments

تدریسی مقاصد:

اس باب کو پڑھنے کے بعد طلبا اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

☆ تصوف، اس کے اثرات اور اشاعت اسلام کے بارے میں جان سکیں۔

☆ معروف صوفیا کرام مثلاً: حضرت علی بن عثمان ہجویریؒ، حضرت معین الدین چشتیؒ اور حضرت بابا فریدالدین شکرگنجؒ، حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ، حضرت لال شہباز قلندرؒ اور حضرت نظام الدین اولیاؒ اور ان کے سلسلوں کے بارے میں جان سکیں۔

☆ مسلم ثقافت، فنون، سائنس اور تعمیرات میں مسلمانوں کی خدمات کے بارے میں جان سکیں۔

☆ تعلیمی ترقی میں سلاطینِ دہلی کا کردار بیان کر سکیں۔

☆ سلاطین دہلی کی مرکزی تنظیم اور نظم و نسق کے بارے میں جان سکیں۔

☆ سلاطین دہلی کے صوبائی انتظامی ڈھانچے کا جائزہ لے سکیں۔

تصوّف اور اس کے اثرات

برصغیر پاک و ہند میں تصوّف دسویں صدی عیسوی میں متعارف ہوا۔ بزرگانِ دینؒ اور صوفیا کرامؒ غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے اور ذات پات کی تفریق سے منع کرتے۔ اُنھوں نے ہندوستان میں لوگوں کو مساوات کا درس دیا اور ادنیٰ ذات کے لوگوں سے محبت اور شفقت کا سلوک کیا۔

برصغیر میں صوفیا کرامؒ نے اسلام کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا۔ انھوں نے برصغیر میں کثیر تعداد میں لوگوں کو مسلمان کیا۔ وہ لوگوں کو راہِ ہدایت پر لاتے رہے۔ صوفیا کرامؒ مسلمانوں کی روحانی زندگی کا مرکز تھے۔ انھوں نے ساری زندگی اسلام کی تبلیغ کے لیے وقف کر دی۔ وہ اُخوت، بھائی چارے اور امن کا پیغام دیتے رہے۔ وہ سیاست اور حکومت سے دور رہتے تھے۔ حاکم وقت اُن کی عزت کرتے تھے۔ غیر مسلم بھی اُن کا احترام کرتے تھے۔ صوفیا کرامؒ نے کتابیں بھی لکھیں

اور درس و تدریس کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔لوگ اُن سے فیض حاصل کرتے تھے۔ برصغیر میں صوفیا کرامؒ کے چار مقبول سلسلے رائج رہے ہیں جن کی تفصیل درج ہے:۔

(i) چشتیہ سلسلہ: اس سلسلے کے سب سے بڑے بزرگ حضرت معین الدین چشتیؒ تھے۔انھوں نے اجمیر میں قیام فرمایا۔ دیگر صوفیا میں فریدالدین گنج شکرؒ، حضرت بختیار کاکیؒ اور نظام الدین اولیاؒ مشہور ہیں۔

(ii) سہروردیہ سلسلہ: اس سلسلہ کے بانی شہاب الدین سہروردیؒ تھے۔ برصغیر میں اس سلسلے کے سب سے بڑے بزرگ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ تھے۔

(iii) نقشبندیہ سلسلہ: اس سلسلہ کی ابتدا حضرت بایزید بسطامیؒ سے ہوئی۔ تاہم برصغیر میں اس سلسلہ کی آمد حضرت خواجہ باقی باللہؒ سے ہوئی۔انھوں نے دہلی میں قیام کیا۔

(iv) قادریہ سلسلہ: اس سلسلہ کے عظیم بزرگ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ تھے جو بغداد میں مقیم تھے۔

مختلف سلسلوں سے وابستہ بزرگانِ دینؒ اور اولیاؒ نے برصغیر کو اشاعتِ اسلام کے لیے اپنا مرکز بنایا۔ان بزرگانِ دینؒ میں چند قابل ذکر نام درج ذیل ہیں:۔

حضرت سیّد علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ

(1009ء تا 1072ء)



مزار سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ

آپ غزنی کے ایک محلّہ ہجویر میں 1009ء میں پیدا ہوئے۔آپ کا سلسلہ نسب حضرت علیؓ تک جا پہنچتا ہے۔ ''گنج بخش'' آپ کا لقب ہے۔آپ کا گھر علم و فضل اور روحانیت کا مرکز تھا۔آپ نے چار سال کی عمر میں اسلامی تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔آپ نے افغانستان، وسط ایشیا اور عرب کے مختلف شہروں سے علمی فیض حاصل کیا۔آپ نے اپنی کتاب ''کشف المحجوب'' میں لکھا ''میں نے خراسان میں تین سو علما سے ملاقاتیں کیں''۔آپ نے خصوصی طور پر شیخ ابوالقاسمؒ کا بڑے ادب سے ذکر کیا ہے۔آپ نے عالم دین حضرت شیخ ابوالفضل محمد بن الحسنؒ کے ہاتھ پر بیعت کی جو دمشق میں رہتے تھے۔آپ اپنے روحانی پیشوا کی ہدایت پر لاہور تشریف لائے۔

آپ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر بے شمار لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ آپ نے متعدد کتب لکھیں لیکن "کشف المحجوب" کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ یہ کتاب فارسی زبان میں لکھی گئی جو طلبا کے لیے مرشد کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے "کشف الاسرار" بھی لکھی ہے۔ آپ کے اقوال زریں مسلمانوں کے لیے ایک خزانہ ہیں۔ آپ کے مزار پر حاضری دینے والوں میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ بھی شامل ہیں جنھوں نے مزار پر چلّہ بھی کاٹا۔ انھوں نے آپ کی شان میں ایک شعر پڑھا ۔

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نور خدا
ناقصاں را پیر کامل ، کاملاں را رہنما

آپ نے 1072ء میں وفات پائی اور لاہور میں بھاٹی گیٹ کے باہر دفن ہوئے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ

(1142ء تا 1236ء)



مزار معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ 1142ء میں سیستان کے ایک قصبہ سنجر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سیّد غیاث الدین ہے۔ آپ نے خراسان سے تعلیم حاصل کی۔ آپ نے سمرقند سے قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد آپ عراق چلے گئے۔ آپ نے مختلف اسلامی ممالک کے دورے کیے۔ آپ واپسی پر لاہور پہنچے اور سیّد علی ہجویریؒ کے مزار پر حاضری دی۔ اس کے بعد آپ ملتان چلے گئے۔ آپ ملتان سے اجمیر تشریف لے گئے۔ آپ نے یہاں اسلام کی اشاعت کا کام بھرپور طریقے سے کیا۔ آپ کو "سلطان الہند" اور "غریب نواز" جیسے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کے مزار پر مسلمان، ہندو، سکھ اور دیگر مذاہب کے لوگ بھی آتے ہیں۔ آپ کی تعلیمات میں سب لوگوں کے لیے بھلائی ہے۔ لوگ آپ کو برصغیر کا بہت بڑا ولی مانتے ہیں۔ آپ ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے بانی تھے۔

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ

(1173ء تا 1265ء)


بابا فرید گنج شکرؒ کا مزار

آپ کا اسم مبارک مسعود ہے اور لقب فرید الدین، عوام میں گنج شکر کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کے والد حضرت قاضی جمال الدین سلیمان ایک عظیم روحانی شخصیت تھے۔ آپ کا شجرۂ نسب حضرت سیّدنا فاروق اعظمؓ سے جاملتا ہے۔

آپ کھوتوال (ضلع ملتان) میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم ایک مدرسہ سے حاصل کی۔ آپ نے قرآن پاک حفظ کیا اور اٹھارہ سال کی عمر میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے ملتان آ گئے۔ اس کے بعد آپ دہلی تشریف لے گئے یہاں آپ کی ملاقات خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے ہوئی جن کے دستِ مبارک پر آپ نے بیعت کی۔

اپنے مرشد کی وفات کے بعد دریائے ستلج کے قریب ''اجودھن'' آ گئے۔ آپ کی آمد کے باعث اجودھن کو لوگ پاک پتن کہنے لگے۔ یہاں سے آپ نے پنجاب، سندھ اور شمال مغربی ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ کی۔ آپ کی تبلیغ سے کثیر تعداد میں لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ مغربی پنجاب کے بڑے بڑے خاندان جن میں سیال اور وٹو بھی شامل تھے، آپ ہی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ آپ نے 1265ء میں انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک پاک پتن میں ہے۔ آپ کا عرس ہر سال منایا جاتا ہے۔ اس عُرس کی خاص تقریب ''بہشتی دروازے'' میں سے لاکھوں عقیدت مندوں کا گزرنا ہے۔

حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ

(1182ء تا 1264ء)

حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ 1182ء میں ملتان کے قریب ''کروڑ'' (ضلع لیہ) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام کمال الدین شاہ ہے۔ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ آپ کے والد وفات پا گئے تو آپ کی تربیت آپ کے چچا احمد غوث نے کی اور ان کی تعلیم کا خاطر خواہ انتظام کیا۔ آپ نے سات سال خراسان میں تعلیم حاصل کی۔ آپ نے مدینہ منورہ میں بھی قیام کیا اور حج بھی ادا کیا۔ آپ نے حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی جو سلسلہ



مزار حضرت بہاؤالدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ

سہروردیہ کے بانی تھے۔انھوں نے آپ کو ملتان واپس جانے کا حکم دیا۔اس طرح برصغیر میں سہروردی سلسلے کا آغاز ہوا۔جب آپ واپس آئے تو ہزاروں لوگ آپ کی زیارت کے لیے پہنچے۔آپ نے لوگوں کو دین کی طرف بلایا۔سندھ اور لاہور کے بڑے بڑے ہندوؤں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔آپ مالی لحاظ سے خوش حال تھے۔کہا جاتا ہے کہ آپ نے 1257ء ایک لاکھ درہم نقد دے کر ملتان کو منگول حملوں سے محفوظ رکھا۔

سلطان شمس الدین التتمش آپ سے بڑی عقیدت اور محبت رکھتا تھا۔آپ کے دستر خوان پر ہزاروں علما،فُقرا اور مساکین کھانا کھاتے تھے۔آپ نے دین کے سلسلہ میں بہت سی خدمات سرانجام دیں۔

حضرت لال شہباز قلندرؒ

(1177ء تا 1276ء)



مزار حضرت لال شہباز قلندر رحمتہ اللہ علیہ

آپ کا اصل نام شیخ عثمان تھا۔آپ کا سلسلہ نسب حضرت جعفر صادقؒ سے جاملتا ہے۔آپ کا اصل وطن تبریز (ایران) تھا۔آپ بوعلی قلندرؒ کے کہنے پر سندھ تشریف لائے جہاں آپ کو بے پناہ عزت ملی۔بوعلی قلندرؒ نے آپ کو"شہباز" کا خطاب دیا جو آپ کے نام کا حصہ بن گیا۔چوں کہ آپ سرخ لباس پہنتے تھے،اس لیے آپ کو"لال شہباز" کہا جاتا ہے۔سندھ میں آپ کو بے حد مقبولیت حاصل ہوئی اور بہت سے غیر مسلموں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔آپ کا مزار سیہون شریف (سندھ) میں ہے جہاں عُرس کے موقع پر پورے ملک سے لاکھوں لوگ ان کے مزار پر حاضری دیتے ہیں۔

حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ

(1238ء تا 1325ء)

آپ کا اصل نام سیّد محمد تھا۔آپؒ 1238ء میں بدایوں میں پیدا ہوئے۔آپؒ بدایوں اور دہلی میں مذہبی علوم حاصل کرنے کے بعد 1257ء میں پاک پتن میں حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے ہاتھ پر



حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ

بیعت کی۔ آپ نے دہلی پہنچ کر قصبہ غیاث پور میں رہائش اختیار کی جواب بستی "نظام الدین اولیاؒ" کے نام سے مشہور ہے۔ آپ دہلی میں نصف صدی تک دین کی خدمت کرتے رہے۔ سلاطین دہلی اور شہزادے بھی آپ کے مریدوں میں شامل تھے۔ امیر خسرو آپ کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ آپ نے کئی سلاطین دہلی کا زمانہ دیکھا۔ تاہم آپ اُن سے ملنے سے گریز فرماتے تھے۔

سلاطینِ دہلی کا فنِ تعمیر اور تعمیرات:

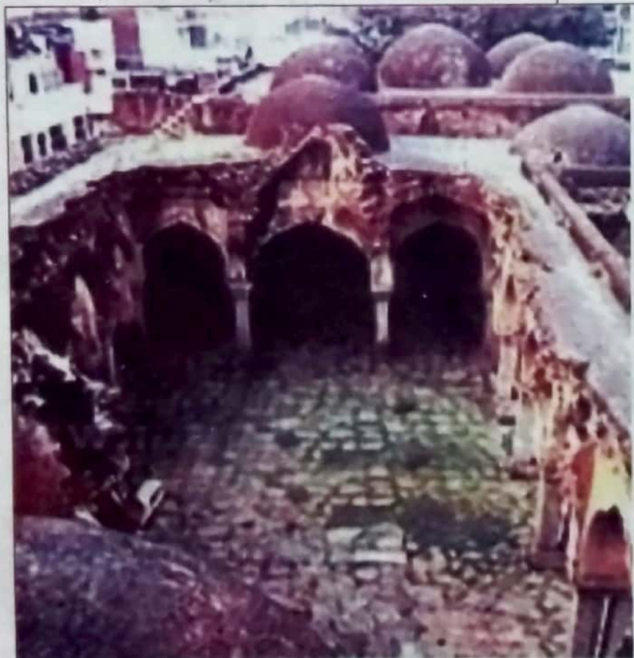
سلاطینِ دہلی نے برصغیر میں فنِ تعمیر کو فروغ دینے کے لیے خصوصی اقدامات اٹھائے۔ اسلامی فنِ تعمیر کے تحت عمارات وسیع اور کشادہ بنائی جاتی تھیں۔ مسلمانوں نے اپنی عمارات میں مضبوط محرابیں اور گنبد بنانے کا طریقہ اختیار کیا۔ عمارات میں چونے اور مسالے کا استعمال کیا گیا جو اِن کو پختہ تر بنا دیتا تھا۔

اس دور میں اسلامی طرز تعمیر کی حوصلہ افزائی ہوئی۔ صوفیا کرامؒ کے انتقال کے بعد مقبرے تعمیر کروائے جانے لگے اور گنبد گول کیے جانے لگے۔ ملتانی طرز تعمیر میں مقبروں پر گول گنبد بنایا جاتا تھا۔ حضرت بہاؤالدین زکریاؒ اور حضرت شاہ رکن عالمؒ کے مقبرے بالترتیب 1162ء اور 1320ء میں بنائے گئے۔

سلطان قطب الدین ایبک نے دہلی میں مسجد قوت الاسلام تعمیر کروا کے برصغیر میں اسلامی فنِ تعمیر کی بنیاد رکھی۔



مزار شاہ رکن عالمؒ



بیگم پوری مسجد

اس نے قطب مینار بھی تعمیر کروایا۔ سلطان محمد تغلق کے دور میں فنِ تعمیر کے لحاظ سے غیاث الدین تغلق کا مقبرہ، سلطان محمد تغلق کے دور کی مضبوط فصیل ''جہاں پناہ'' اور بیگم پوری مسجد بنائی گئی۔ مسلمان اپنی عمارتوں کی آرائش کے لیے ان پر قرآنی آیات لکھتے تھے۔ ترک اور ایرانی معماروں نے ایک نیا فنِ تعمیر پیدا کیا جسے انڈو اسلامک فنِ تعمیر کہتے ہیں۔

دہلی میں سادات اور لودھی خاندان کی یادگاریں زیادہ تر گنبد کی طرزِ ساخت کو ظاہر کرتی ہیں۔ اس طرح گنبد مسلم طرزِ تعمیر کا خاص اور مستقل حصہ بن گیا جسے بلاشبہ بہت فوقیت حاصل ہوئی۔


مسجد قوت الاسلام


قطب مینار


قلعہ تغلق

علاؤالدین خلجی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ 1300ء میں قطب کمپلیکس میں ''علائی مینار'' تعمیر کیا گیا جس پر چڑھ کر چاند دیکھا جاتا تھا۔


امیر خسرو

آرٹ اور سائنس:

سلاطین نے فنونِ لطیفہ کو ترقی دی۔ اس دور میں موسیقی، نقاشی اور خطاطی نے خوب ترقی کی۔ اس دور میں موسیقی میں ہونے والی ترقی کا سہرا امیر خسرو کے سر ہے۔ انھوں نے قوالی کے ذریعے موسیقی کو بہتر ماحول دیا۔ انھوں نے فارسی اور ہندی موسیقی کو ملا کر نئے راگ اور راگنیاں ایجاد کیے۔ سلطان محمد تغلق نے موسیقی میں گہری دلچسپی لی۔ اس نے موسیقاروں کا ایک شہر آباد کیا۔ محمد تغلق نے فنونِ لطیفہ خاص کر مصوری کو ترقی دی۔ سلطان سکندر لودھی نے بھی اس فن کو ترقی دی۔ اس دور کی نقاشی کا سب سے عمدہ نمونہ کولکتہ کی آرٹ گیلری ہے۔ جس میں محمد بن تغلق کی تصویر موجود ہے۔ ہندوؤں نے اس دور میں علم نجوم میں خاص مہارت حاصل کی اور اسی دور میں علم نجوم کو ترقی ملی۔ سلاطین نے سائنس کے شعبہ میں طب اور ریاضی کو ترقی دی۔

خطاطی کا فن:

خطاطی کے فن کا اسلامی ثقافت کے ساتھ قریبی تعلق رہا ہے۔ مسلمان خطاطوں نے قرآنی آیات اور احادیث کو خطِ نسخ، خطِ نستعلیق اور دیگر خطوط میں بڑی عقیدت اور مہارت کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

ثقافت اور علم وادب کی ترقی:

مسلمان جہاں کہیں بھی گئے، انھوں نے علم کی شمعیں روشن کیں اور تعلیم کے لیے مؤثر اقدامات کیے۔ صرف دہلی میں ہی ایک ہزار مدرسے موجود تھے جس سے دہلی سلطنت کا تعلیمی سہولتوں کا معیار ظاہر ہوتا ہے۔ سلاطین دہلی کے عہد میں علم کی حوصلہ افزائی کے لیے درج ذیل اقدامات کیے گئے:۔

1- محمود غزنوی نے علم وادب کی خوب سرپرستی کی۔ اُس نے غزنی میں ایک شاندار کتب خانہ تعمیر کیا۔ اساتذہ اور طلبا کے وظائف مقرر کیے۔ فردوسی، اور البیرونی نے کتابیں تصنیف کیں۔

2- سلطان محمد غوری نے اجمیر میں مساجد تعمیر کروائیں اور مدرسے بنوائے۔

3- سلطان قطب الدین ایبک نے بھی مدرسے اور مساجد تعمیر کیں۔

4- سلطان شمس الدین التتمش کا قائم کردہ دہلی کا مدرسہ ''ناصریہ'' اس کی علم پروری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ رضیہ سلطانہ نے علوم وفنون کے مدارس قائم کیے۔

5- امیر خسرو کا شمار شاعروں اور ادیبوں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے پانچ فارسی کے دیوان اور دس مثنویاں تحریر کیں۔ منہاج الدین سراج نے ''طبقات ناصری'' تحریر کی جو کہ ظہورِ اسلام سے لے کر عہد غلاماں تک ایک مستند تاریخ ہے۔ ضیاء الدین برنی نے ''تاریخ فیروز شاہی'' لکھی۔

6- صوفیا کرامؒ نے اپنے نظریات کے فروغ کے لیے سنسکرت کے بجائے مقامی زبانوں مثلاً سندھی، پنجابی اور کشمیری کا استعمال کیا۔ اس کے نتیجے میں مقامی زبانوں کو فروغ حاصل ہوا۔

7- اسی دور میں اُردو تمام زبانوں کے ملاپ سے وجود میں آئی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ زبان برصغیر کے طول وعرض میں بولی جاتی ہے۔

8- سنسکرت کتابوں کا فارسی میں ترجمہ ہوا۔

مرکزی نظام

سلاطین دہلی نے ہندوستان کو ایک ترقی یافتہ نظامِ حکومت دیا۔ سلاطین نے اہم محکمے مثلاً فوجی اور عدالتی امور اپنے دائرہ اختیار میں رکھے اور عام شعبہ جات کی نگرانی حکومت کے کارندوں کے ذریعہ کرائی جاتی تھی۔

سلطان ملک کا حاکمِ اعلیٰ تصور ہوتا تھا جو سلطنت کا سارا انتظام اپنے وزیروں کے مشورے سے چلاتا تھا۔ سلطان اہم عہدوں پر خود تقرری کرتا تھا۔ بادشاہ کی مدد کے لیے ایک وزیرِ اعظم اور متعدد وزیر ہوتے تھے۔

مندرجہ ذیل وزارتیں حکومت کے اُمور سرانجام دیتی تھیں:۔

دیوانِ وزارت:

یہ محکمہ آمدن اور اخراجات کا حساب رکھتا تھا اور وزیر کے ماتحت ہوتا تھا۔ اس کا کام جزیہ، عُشر اور زکوٰۃ اکٹھی کرنا تھا۔ مالِ غنیمت کا $\frac{4}{5}$ حصہ حکومت اور $\frac{1}{5}$ حصہ فوجیوں کو ملتا تھا۔

دیوانِ رسالت:

دیوان رسالت مذہبی اُمور سرانجام دیتی تھی۔ اس کا سربراہ صدر الصدور ہوتا تھا۔

دیوانِ عدل:

یہ انصاف کا محکمہ تھا جس کا سربراہ قاضی القضاۃ ہوتا تھا جس کے تحت سارا عدالتی نظام چلتا تھا۔

دیوانِ عرض:

یہ محکمہ فوجی امور سرانجام دیتا تھا۔ اس کا سربراہ عارض ممالک کہلاتا تھا۔

دیوانِ انشا:

یہ محکمہ شاہی خط وکتابت کا ذمہ دار ہوتا تھا جو اندرون اور بیرون ملک خط وکتابت کرتا تھا۔ اس خط وکتابت پر شاہی مہر لگتی تھی۔

دیوان برید:

اس محکمے کا کام ملک کے ہر کونے میں ضروری اطلاعات کی ترسیل تھا۔ گھوڑوں یا پیادوں ہر دو ذرائع سے ڈاک بھیجی

جاتی تھی۔ ہر چوکی پر تازہ دم گھوڑے تیار ہوتے تھے جو دوسری چوکی پر ڈاک پہنچاتے تھے۔

وکیل دار:

شاہی محل کا انتظام اور شاہی طعام کا بندوبست بھی کرتا تھا۔

امیر حاجب:

امیر حاجب دربار کا اعلیٰ افسر تھا جو دربار کی تمام تقریبات کا اہتمام کرتا تھا۔ وہ ملاقاتیوں کو سلطان کے دربار میں پیش کرتا تھا۔

سرِ جہاندار:

سلطانِ دہلی کا باڈی گارڈ دستہ سرِ جہاندار کہلاتا تھا۔ اس دستہ میں سلطان کے اُن غلاموں کو منتخب کیا جاتا تھا جو بڑے وفادار ہوتے تھے۔

صوبائی نظام:

سلاطینِ دہلی نے صوبوں کا انتظام چلانے کے لیے درج ذیل ڈھانچہ ترتیب دیا تھا:۔

علاقے:

سلاطینِ دہلی نے سلطنت کو مختلف علاقوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ بڑے علاقوں (صوبوں) کے سربراہ گورنر ہوتے تھے اور چھوٹے علاقوں پر ولی یا ناظم مقرر کیا جاتا۔ صوبائی حکومت کے پاس سوائے عدالتی معاملات کے وسیع انتظامی اختیارات ہوتے تھے۔

صاحبِ دیوان:

صاحبِ دیوان صوبے میں مالیات کی نگرانی کرتا تھا۔ وہ صوبے میں آمدن اور اخراجات کا باقاعدہ ریکارڈ رکھتا تھا۔ اس کا تمام حساب وکتاب مرکز کو بھیجا جاتا تھا۔ صاحبِ دیوان صوبہ میں مالی مقدمات کی سماعت بھی کرتا تھا۔

قاضی:

صوبے میں عدل وانصاف کے شعبے کا نگران قاضی کہلاتا تھا۔ وہ مقدمات کے فیصلے کرتا تھا۔ اس کی مدد مفتی

اور پنڈت کرتے تھے۔ قاضی کا تقرر سلطان خود کرتا تھا۔

صاحب بَرید:

صاحب بَرید صوبے میں ڈاک اور جاسوسی کے محکمے کا سربراہ تھا۔ وہ اپنے صوبے کی ڈاک پیادوں کے ذریعے مرکز کو بھجواتا تھا۔ ڈاک پہلے دیہاتوں سے پرگنوں، پرگنوں سے شقوں اور شقوں سے صوبائی دفتر پہنچتی تھی۔ وہ صوبے میں پیش آنے والے اہم واقعات کی خفیہ رپورٹیں بھی مرکز کو بھجواتا تھا۔

صدر صوبہ:

صدر صوبہ، صوبے میں مذہبی اُمور کا نگران تھا۔ وہ فوجداری مقدمات، وظائف اور اوقاف سے متعلقہ مقدمات کی سماعت کرتا تھا۔

محصل:

اس کا کام کسانوں سے نقد یا جنس کی صورت میں ٹیکسوں کی وصولی کرنا اور اسے بیت المال میں جمع کروانا تھا۔

شق دار:

صوبے شقوں میں تقسیم تھے۔ شق کا سربراہ شق دار کہلاتا تھا۔

چودھری:

پرگنہ سو دیہات پر مشتمل ہوتا تھا جس کا سربراہ چودھری کہلاتا تھا۔

مقدم:

گاؤں کا سربراہ مقدم کہلاتا تھا۔

کوتوال:

امن و امان قائم رکھتا تھا۔ یہ پولیس کا سربراہ ہوتا تھا۔ صوبوں میں انصاف مہیا کرنے کے لیے قاضی مقرر ہوتے تھے۔ گاؤں کی سطح پر فیصلے پنچایت کرتی تھی۔

مشقی سوالات

-1 مندرجہ ذیل سوالات کے مفصل جوابات تحریر کریں:۔

(i) برصغیر میں صوفیا کرامؒ کے مشہور سلسلوں کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

(ii) حضرت سید علی بن عثمان ہجویریؒ کی اشاعتِ اسلام کے سلسلہ میں خدمات کا ذکر کیجیے۔

(iii) مسلمانوں کے فنِ تعمیر پر نوٹ لکھیں۔

(iv) سلاطینِ دہلی کے مرکزی نظام کی وضاحت کریں۔

(v) سلاطینِ دہلی نے تعلیم کی ترقی کے لیے کیا اقدامات اٹھائے؟ ان کی وضاحت کریں۔

-2 مندرجہ ذیل میں ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:۔

(i) مسجد قوت الاسلام کی بنیاد کس بادشاہ نے رکھی؟

(الف) التتمش (ب) قطب الدین ایبک (ج) علاؤالدین (د) محمد تغلق

(ii) دیوانِ وزارت، کن اُمور کا محکمہ کہلاتا تھا؟

(الف) مالی اُمور (ب) انتظامی اُمور (ج) مذہبی اُمور (د) فوجی اُمور

(iii) شق کا سربراہ کیا کہلاتا تھا؟

(الف) شق دار (ب) صوبے دار (ج) ناظم (د) کوتوال

(iv) دیوان عرض کا سربراہ کیا کہلاتا تھا؟

(الف) صدر الصدور (ب) عارض ممالک (ج) صاحب دیوان (د) وزیر

(v) ملک کا حاکم اعلیٰ کیا کہلاتا تھا؟

(الف) دیوان (ب) سلطان (ج) وزیر (د) گورنر

-3 مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیں:۔

(i) سیّد علی ہجویریؒ کا مزار کہاں واقع ہے؟

(ii) حضرت نظام الدینؒ کا اصل نام بتائیں۔

(iii) قطب مینار کی بنیاد کس نے رکھی؟

(iv) ''تاریخ فیروز شاہی'' کس کی تحریر ہے؟

(v) کوتوال کیا کام کرتا تھا؟

-4 کالم الف کو کالم ب سے اس طرح ملائیں کہ جملہ مکمل ہو جائے:۔

کالم الف	کالم ب
حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے	تبریز (ایران) تھا
شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ	کشف المحجوب لکھی
حضرت لال شہباز قلندرؒ کا اصل وطن	مذہبی امور سرانجام دیتی تھی
دیوانِ رسالت	اعلیٰ افسر ہوتا تھا
امیر حاجب دربار کا	سہروردیہ کے بانی تھے

عملی سرگرمیاں

اشاعتِ اسلام کے سلسلہ میں خدمات سرانجام دینے والے صوفیا کرامؒ اور بزرگانِ دینؒ کی فہرست تیار کر کے کمرہ جماعت میں آویزاں کریں۔

فرہنگ

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
آ		پرچار	تبلیغ کرنا
آب پاشی	پانی دینا	پیمائش	ماپ
آہنسا	کسی جاندار کو تکلیف نہ دینا	پارچہ بافی	کپڑے بُننے کا کام
الف		پُشتے	پانی روکنے کے بند
اسٹوپے	عبادت گاہیں	پرگنوں	گاؤں سے بڑا
اوزان	تولنے کے پیمانے	**ت**	
اشنان	دریائے گنگا کے پانی سے غسل کرنا	توسیع	پھیلاؤ
اوزار	ہتھیار	تکلے	چرخے کی سلاخ جس پر کاتتے وقت ککڑی بنتی ہے
انخلا	خالی ہونا	تمدن	مل کر رہنے کا طریقہ
اچھوت	بغیر چھوا ہوا۔ ہندوؤں میں گھٹیا ذات کے لوگ	تصوف	اللہ تعالیٰ سے لو لگانے کا علم
ب		تخلیق	خلقت۔ پیدائش
باج گزار	خراج دینے والا	تحفظ	حفاظت۔ بچاؤ
بت پرستی	بتوں کی پوجا کرنا	تخریب	بربادی۔ خراب کرنا
بت شکن	بت توڑنے والا	تسلّط	قبضہ
بت تراش	مورتیاں بنانے والا	تدارک	تلافی
برہمن	ہندوؤں کی اُونچی ذات	تہذیب	رہن سہن کا طریقہ
بندوبست	حد بندی	**ج**	
برید	قاصد۔ ڈاک	جمع بندی	زرعی اراضیات کی تفصیل / ریکارڈ
بیعت	کسی کو اپنا بزرگ اور پیر مان لینا	جفاکشی	سخت محنت
پ		جنگو فطرت	لڑائی کی عادت
پے در پے	مسلسل	جاگیریں	جمع جاگیر کی

چ	
چوبدار	چھڑی پکڑ کر آگے آگے چلنے والا
چلہ کاٹنا	چالیس دن تنہائی میں کاٹنا
چراگاہ	مویشیوں کے چرنے کی جگہ
ح	
حاجب	نگہبان۔ رکھوالا
حکمتِ عملی	تدبیر، پالیسی
خ	
خون ریز	خون بہانے والا
خطاطی کا فن	کتابت کا فن
خطِ نسخ	عربی رسم الخط
خطِ نستعلیق	صاف اور سیدھا خط
خشک سالی	سال بھر بارش کا نہ ہونا
د	
دیوان	دربار شاہی
دلدادہ	شوقین
دوآبہ	زمین جو دو دریاؤں کے درمیان ہو
دارالسلطنت	بادشاہ کے رہنے کا مقام۔ پایۂ تخت
دیوانِ عرض	فوجی امور کا محکمہ
دیوانِ عدل	انصاف کا محکمہ
ر	
ریاضت	محنت۔ مشقت
راہب	مذہبی رہنما
رفاہی	عوام کی بھلائی سے متعلق کام
روشناس	پہچان
رسم الخط	تحریر

س	
سلاطین	سلطان کی جمع
سرکش	باغی
سِل	کٹا ہوا پتھر
سرکوبی کرنا	سزا دینا
ش	
شودر	نیچی ذات کے لوگ
شِق	ٹکڑا
شرف	اعزاز
شہرِ طرب	موسیقاروں کا شہر
ع	
علم نجوم	ستاروں کا علم
علم معرفت	خدا شناسی
عاقبت اندیش	دور کی سوچنے والے
عرس	کسی بزرگ کا سالانہ فاتحہ
عرفان	معرفت
عدالت	کچہری۔ انصاف کی جگہ
علاقہ	حدود۔ صوبہ
عُشر	پیداوار کا دسواں حصہ
عبرت ناک	سبق سکھانے والا
ف	
فنِ مصوری	تصویر بنانے کا فن
فاتح	فتح کرنے والا
فرمان	حکم نامہ
فصیل	چار دیواری
فرامین	فرمان کی جمع، سرکاری حکم نامے

ک	
کامل	پہنچا ہوا بزرگ ۔ پیر
کانسی	دھات جس میں پیتل اور سیسہ ملا ہو
کاری ضرب	گہری چوٹ
گ	
گنج بخش	خزانہ بخشنے والا
گنبد	گول چھت ۔ برج
م	
منکے	مالا کے دانے
منجنیق	پتھر پھینکنے والی مشین
محصول	ٹیکس ۔ لگان
مہذب	تہذیب یافتہ
مواصلات	پیغام رسانی کے ذرائع
منتظم	ناظم ۔ انتظام کرنے والا
مہمات	معرکے ۔ مشکلات
معرکہ	جنگ
مدبر	عقل مند
مرید	دینی شاگرد ۔ مطیع
محراب	ڈاٹ ۔ وہ جگہ جہاں امام کھڑا ہوتا ہے

متاثر	اثر لینا
متعارف	پہچان
مظاہر قدرت	سورج، چاند، ستارے وغیرہ
منتقل کرنا	بدل دینا
متبرک	مقدس
معیشت	روزگار، روزی
ن	
نظام آبپاشی	پانی کا نظام
نظم و نسق	بندوبست ۔ انتظام
نکاس	پانی کے اخراج کی جگہ
نرینہ اولاد	بیٹا
و	
وکیل	وہ شخص جس کے سپرد اپنا کام کیا جائے
وظیفہ	وہ رقم جو نادار یا ہونہار طالب علم کو دی جائے
ہ	
ہم عصر	ایک ہی زمانہ کے
ہندومت	ہندو کا مذہب
ہمہ وقت	ہر وقت